فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ

(انسانی معاشرے کے ہر پہلو میں) اللہ عالیٰ صفات ہی کی حکمرانی

قانون! اللہ کا؟

یا

یا انسانوں کا........؟

تالیف: محمد شاکر الشریف

مترجم: شیخ مہدی زمان بلتستانی شگری



فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ

(انسانی معاشرے کے ہر پہلو میں) اللہ عالیٰ صفات ہی کی حکمرانی

قانون! اللہ کا؟

یا انسانوں کا.........؟

تالیف: محمد شاکر الشریف

مترجم: شیخ مہدی زمان بلتستانی شگری



انٹرنیٹ ایڈیشن:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.co.nr

http://www.tawhed.co.nr

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ محمد ﷺ . . . اما بعد!

درگاہِ ایزدی میں ہدیہء حمد اور اللہ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد میں آپ سے چند ضروری اور مفید گذارشات کرنا چاہتا ہوں:

میرے بھائیو! آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہمہ جہت رہنمائی کے لئے کم بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر دور کی ضرورت کے مطابق رہنما دستور کتابیں بھی بھیجی ہیں تاکہ ان دونوں کے ذریعے انسانوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید و سنت کے نور کی طرف لایا جائے۔

چنانچہ ہر دور کے پیغمبروں نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی اور سرِفہرست عقیدۂ توحید کو لوگوں کے دل و دماغ میں بسانے پر زور دیا اور اپنے دور کے لوگوں کو باور کرایا کہ توحید باری تعالیٰ کا بنیادی مفہوم صرف اور صرف یہی ہے کہ تمام بنی نوع جن و انس دل و زبان سے سچی گواہی دیں کہ اس وسیع و عریض کائنات کو پیدا کرنے والا ہی ہر قسم کی بندگی عاجزی اور عبادت کا مستحق ہے اور کائنات کے چپے چپے پر اس کی حکمرانی کا ڈنکا بجے۔

لیکن صد افسوس! انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاف دعوتِ توحید اور اصلاحِ معاشرہ کے پاکیزہ نظامِ عدل سے بیشتر قوموں نے منہ موڑا۔ آسمانی کتابوں اور بالخصوص قرآن کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان قوموں کا عقیدۂ توحید اور الٰہی نظام عدل سے بے اعتنائی برتنے کے بڑے اسباب یہ تھے:

1۔ ان قوموں نے دنیا طلبی کو ہی اپنا نصب العین اور زندگی کا مقصد بنالیا۔

2۔ ان قوموں نے خوف الٰہی کے بجائے شہوت پرستی اور فحاشی کو اپنالیا۔

3۔ ان قوموں نے اپنے دینی فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں انتہائی غفلت برتی۔

4۔ ان قوموں نے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی اور سرکشی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

انہی خرابیوں پر بس نہیں کیا بلکہ دین سے بغاوت کرنے کی آخری حد بھی پھلانگ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان لوگوں نے رفتہ رفتہ اللہ کے دین کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا اور نظریہء توحید سے بھی اس قدر دور جا پہنچے کہ کائنات پر حکمرانی کے تمام اختیارات اللہ رب العالمین کے بجائے مخلوق کے ہاتھوں بنے ہوئے خود ساختہ بتوں کے حوالے کر دیئے جس سے شرک {فی الطاعۃ} نے جنم لیا۔

دین الٰہی سے بغاوت کا یہ پہلو (جو شرک فی الطاعۃ کے نام سے مشہور ہے) چند افراد اور گنتی کے انسانی معاشروں تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کا زہریلا اثر دنیا بھر میں جمہوری حکومتوں اور اداروں تک پھیل گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان حکومتوں کے اربابِ اقتدار انہی لادینی نظاموں کو عوام اور اللہ کے بندوں پر مسلط کرنے کی سر توڑ کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور ستم یہ ہے کہ اسی کو اصل دین قرار دے رہے ہیں۔

دراصل یہ سب خرابیاں دین اسلام کے شفاف مفہوم اور تقاضوں سے ناواقفیت کی وجہ سے جنم لے رہی ہیں۔ اسی ناواقفیت نے بظاہر اسلام کو چند جزئیات تک محدود کر کے اس کی جامعیت پر پردہ ڈال دیا ہے بلکہ اسلام سے نابلد لوگوں کی نگاہ میں اسلام ایک کھوکھلا اور بے معنی دین تصور ہونے لگا ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔

ان خرابیوں اور نامعقول عقائد و نظریات کو فروغ دینے میں ان حکمرانوں نے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی (جو اسلام کے صحیح مفہوم سے ناواقف تھے) جنہوں نے شریعت الٰہیہ کو نافذ کرنے کے بجائے اپنی عوام پر جمہوریت، کیمونزم اور سوشلزم کے مقہور نظام کو نافذ کر کے صحیح اسلام کو اوجھل رکھنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے اور سب سے بڑا ستم یہ ہے کہ عام مسلمان ان حکمرانوں کی اندرونی خباثتوں سے

کورے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ان نظاموں کے نافذ العمل ہونے سے کیا کیا بھیانک نتائج بر آمد ہوں گے؟

جب ایسے حکمران اسلام کے بعض احکام و فرائض کو بجالاتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں بالخصوص جب یہ نمازیں پڑھیں، حج کریں، روزے رکھیں تو عام مسلمان ان کو (ان کے ظاہری رویے کو دیکھ کر) مسلمان حکمران تصور کر کے اپنے اوپر ان کی اطاعت کو واجب سمجھنے لگے ہیں، انہیں ان کی وہ بے راہ روی نظر نہیں آتی جو یہ اپنے ملکوں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی مثلاً سیاسی، حکومتی، ترقیاتی، تجارتی، عدالتی، بلدیاتی، اخلاقی اور تعلیمی شعبوں میں عوام پر مسلط کئے ہوئے ہیں، جن اسلام دشمن نظریات و اعمال کی وجہ سے اسلام کا چہرہ داغدار ہو رہا ہے۔

درج بالا خطرات اور خرابیوں کا مسلمانوں کے عقیدہ و عمل پر گہرا اثر دیکھ کر مجھ ناچیز میں ایک جذبہء بیداری اٹھا جس کے نتیجے میں چند گذارشات اس کتاب {ان اللہ ھو الحکم} اصلاحِ معاشرہ اور تطہیر عقائد کے حوالے سے پیش کر رہا ہوں تاکہ عام مسلمانوں کو اسلام کے صحیح نقطہ نظر سے آگاہ کر کے ان خطرات اور ان کے خوفناک نتائج سے دور رکھا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے ہمکنار کرے آمین۔

محمد شاکر الشریف

مکۃ المکرمۃ

۱۴۱۳/۱/۴ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شریعت اسلامیہ کی حکمرانی کو تسلیم کرنا اور معاملات کا حل نکالنے کیلئے اسی سے رجوع کرنا اصل توحید ہے

عنوانِ بالا کو ذہن نشین کرنے کیلئے سعودی حکومت کے معروف مفتی محترم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے قرآنی آیات کے متعدد حوالے پیش کئے ہیں۔
سورئہ نساء آیت نمبر 65 میں اللہ رب العزت اپنے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی یا ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

سورۂ انعام آیت نمبر 57 میں فرمایا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

کہ (زندگی کے تمام معاملات میں) اللہ ہی کی حکمرانی مسلم ہے

سورۂ غافر (المؤمن) آیت نمبر 12 میں دوبارہ اسی مضمون کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ

(انسانی معاشرے کے ہر پہلو میں) اللہ عالی صفات ہی کی حکمرانی ہے۔

سورۂ مائدہ آیات نمبر 44، 45، 47 میں اسی مضمون کو مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکامات) کے مطابق حکم نہ کریں، وہی لوگ کافر ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکامات) کے مطابق حکم نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں۔

اور وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکامات) کے مطابق حکم نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔

سورۂ الانعام آیت نمبر 114 میں بھی اسی مضمون کی نشاندہی کی گئی ہے، اللہ رب العالمین اپنے نبی ﷺ کے ذریعے کہلوا رہا ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا

اے محمد (ﷺ) آپ اپنی اُمت کے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے لوگو! کیا میں تمہارے لئے اللہ کے علاوہ کسی اور کو حاکم بنالوں کہ جس کے احکامات نافذ العمل ہوں جبکہ اللہ ہی نے تمہاری جانب کتابِ ہدایت کو تفصیل سے قوانین حکومت کے طور پر اتارا ہے۔

سورۂ المائدہ آیت نمبر 50 میں اسی مضمون کو سخت لب و لہجے میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔

"سمجھدار اور حقائق تسلیم کرنے والوں کی نظر میں اللہ اور اس کے قوانین عدل و انصاف سے بڑھ کر کون منصف اور عادل حاکم ہو سکتا ہے؟ تو کیا یہ لوگ اللہ کی حکمرانی کو چھوڑ کر اسلام سے دور لے جانے والے جاہلی نظام کی تلاش میں ہیں"؟

سورۂ شوریٰ آیت نمبر 10 میں مزید اسی عنوان کو کھول کر بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ ذَالِكُمُ اللهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، یہی اللہ میرا رب ہے جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں۔

سورۂ مائدہ آیت نمبر 3 میں پچھلی تمام آیات کا نچوڑ اور دین اسلام کا ایک مستقل نظام عدل اور ضابطہ ءزندگی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ آل عمران آیت نمبر 19 میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

اے میرے بندو! (آج مورخہ 9 ذوالحجہ 10 ہجری کو مقام عرفات میں) میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور تمہارے لئے اسلام کو مستقل دین بنا دیا ہے، اور یقیناً اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی قابل تسلیم دین ہے۔

ان تمام آیات کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں انسانوں کی ضروریات کا حل اور ہر طرح کی رہبری موجود ہے کیونکہ دین اسلام کو اللہ نے ایک مستقل نظامِ حکومت اور قانونِ شریعت کے طور پر اتارا ہے اس کے اخلاقیات، شفاف اور پاکیزہ ہیں اور اس کے تمام نظام ہائے زندگی عادلانہ

ہیں، اسلام کے اندر پوری کائنات کے انسانوں پر حکمرانی کرنے کی ہمہ گیر صلاحیت اور عالمگیر اہلیت موجود ہے۔ جن قوموں نے اس کی حکمرانی کو تسلیم کیا اور اس کی حکمرانی کے تحت اپنی زندگیاں گزاریں وہ فلاح و ترقی کے اَوجِ ثریا پر فائز ہو گئے۔ اور جنہوں نے اس کی حکمرانی سے منہ موڑا وہ ذلیل ہو گئے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

مذکورہ بالا آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ شریعت اسلامیہ کی حکمرانی کو تسلیم کرنا اور ہر معاملے میں اسی سے رجوع کرنا ہی اصل توحید ہے یعنی اگر دنیا کے تمام انسان اللہ کی ذات واحد کو ہی حاکم اعلیٰ مانتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ ہی کے دین اور اس کے قوانین تعلیمات حدود اور اس کی شریعت کے تمام نظاموں کو اپنی انفرادی، اجتماعی، سیاسی، حکمرانی، اقتصادی، عدالتی، ثقافتی، صنعتی، تعلیمی، طبی اور ملکی نظاموں میں نافذ کریں اور ثابت کر دیں کہ دنیا میں اللہ ہی کا نظام چل سکتا ہے ورنہ ہمارا دعوائے توحید محض لفاظی ہے حقیقی نہیں۔

دنیا میں جن مسلم مملکتوں کے اندر شریعت اسلامیہ کے بجائے انسانی ساخت کے وضعی قوانین نافذ ہیں یہ قوانین کھلم کھلا اللہ کی توحید کے منافی اور اس کی شریعت سے جنگ ہے اور یہی کھلا شرک ہے کہ ہم نے اللہ کے قوانین کے مقابلے میں انسانی ساخت کے قوانین کو اولیت دی ہے۔ اللہ کے قوانین کو پیشوا ماننے کی بجائے انسانی نظام کو پیشوا مان لیا ہے، شرک صرف اس بات کو نہیں کہتے کہ ہم اللہ کی ذات کے ساتھ کسی اور کو برابر کریں اور نہ ہی توحید اس پر بس ہے کہ ہم کوئی بھی نیکی عبادت، بندگی، صدقہ اور نیاز اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام پر ہرگز نہ دیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ ہی کی مرضی اور اس کے انتخاب اور اس کی پسند کو آگے رکھیں، یہ ہے شفاف توحید اور اسلام کی صحیح حکمرانی۔

آسمانی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کرنے کا اصل مفہوم

اس مفہوم سے روشناس ہونا اور انسانی معاشرے کے ہر خاص وعام کو آگاہ کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ دین اسلام کے اصل حقائق سے ناواقفیت اور اس کے اصل مدعا سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن، مغرب نواز اور اسلامی لبادے میں پیش ہونے والے مستشرق دانشوروں کی اسلام کش سازشوں کی وجہ سے اسلام کے بہت سے شعبوں، پہلوؤں اور زاویوں کو سمجھنے میں بے اعتدالی، تذبذب اور شکوک پیدا ہو چکے ہیں۔ ان بے اعتدالیوں اور شکوک کے نتیجے میں بہت سے مسلمان یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "آسمانی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کرنے کا اصل مفہوم" صرف مندرجہ ذیل باتوں پر منحصر ہے:

1۔ پانچ ارکانِ اسلام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ہے۔
2۔ شادی بیاہ اور خاندانی تعلقات کا جوڑ توڑ۔
3۔ حکومتی سطح پر مجرموں، سفاکوں اور ملزموں کو سزائیں دینا ہے۔
4۔ نام نہاد شریعت بل اور خود ساختہ اسلامی دستور کو تسلیم کرنا ہے۔

چنانچہ میں نے قرآن اور فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں اس عنوان کو صاف صاف بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس عنوان کو ٹٹولنے سے ہمارے سامنے دو طرح کی آیات اور آسمانی تعلیمات سامنے آتی ہیں۔

1۔ ایک تو وہ آیات جو ہر فرد انسانی کو دین اسلام کے مطابق اپنی زندگی گزارنے اور اپنے مسائل کو اس کی تعلیمات کی روشنی میں حل کروانے پر زور دیتی ہیں۔ اس پہلو کی آیات ایسی جامع آیات ہیں جنہوں نے اسلام کے تمام شعبوں کو گھیر لیا ہے خواہ وہ پہلو اسلامی عقائد ہوں یا اسلام کے عملی پہلو کے مثبت اور منفی احکام اور حدود ہوں۔

سورۂ مائدہ آیت نمبر 44 میں دین اسلام کی حکمرانی کی جامعیت اور اکملیت کو خوب اُجاگر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ

بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں۔ اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکمِ الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا۔ اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام (وقوانین) کے مطابق فیصلہ (وحکم) نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

اس آیت میں تورات کا ذکر کر کے تمام آسمانی کتابوں کو قانونِ اسلامی کا علمبردار ٹھہرایا گیا ہے اور ضمناً قرآنِ کریم کو اسلامی دستور کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں جہاں بھی مسلمان رہتے ہوں وہاں اسلامی طرزِ زندگی کو اپنا کر اسلامی حکمرانی کے تقاضوں کو فروغ دیں اور اپنی زندگی کے کسی بھی گوشے کو اسلامی دستور اور اس کی تعلیمات سے منحرف نہ کریں تب دین اسلام کی جامعیت سامنے آئے گی جس کا رب العزت نے اس آیت کریمہ میں حکم دیا ہے۔

وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ‌ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ (المائدہ: 43)

اور یہ تم سے (اپنے مقدمات) کیونکہ فیصل کرائیں گے جبکہ خود ان کے پاس تورات، موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے (یہ اسے جانتے ہیں) پھر اس کے بعد اس سے پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

اور اسی عنوان کو سورۂ الممتحنہ آیت نمبر 10 میں دہرایا گیا ہے:

ذَالِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

یہی مذکورہ اُمور اللہ تعالیٰ کی تعلیمات ہیں جن کو اے انسانو! ہم تم پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

اور اسی عنوان کو سورۂ انعام آیت نمبر 62 میں بیان کیا گیا ہے:

ثُمَّ رُدُّوْآ اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ

خوب سن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے گا۔

اس حکمرانی میں انسانی ساخت کی طرز تعلیمات اور حکمرانی ناقابل تسلیم ہونا بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف آیت نمبر 26 میں فرمایا ہے:

لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا

اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی بھی واشگاف انداز میں اس عنوان کو سورۂ انعام آیت نمبر 114 میں واضح کیا گیا ہے:

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلاً

اے انسانو! اور میری امت کے لوگو! کیا میں اللہ کی حکمرانی کو چھوڑ کر تمہارے لئے کسی اور خود ساختہ حاکم کو تلاش کر لاؤں؟

درج بالا تمام آیات میں اسلامی شریعت کی بالا دست اور حکمرانی اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسی سے رجوع کرنے کے پہلو کو عموم اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہی مفہوم آسمانی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کرنے کا عام اور جامع مفہوم ہے۔

2۔ اور دوسری وہ آیات جن میں خاص طور پر عدل و انصاف کے فروغ کے لئے معاشرے میں پیش آمدہ فوجداری، دیوانی، اخلاق سوز اور انصاف شکن مقدمات میں اسلامی طرزِ حکومت کے ذریعے حل ڈھونڈنے کے لئے زور دیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء آیت نمبر 58 میں فرمایا ہے:

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

اے امت محمد (ﷺ) کے لوگو! جب تمہیں اپنے سماجی اور معاشرتی اُمور میں آپس میں لین دین کرنے کی نوبت آئے تو ہمیشہ عدل و انصاف اور برابری کا سلوک اپنایا کرو۔

عمومی عدل و انصاف کی تعلیمات اُجاگر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ آیت نمبر 44 میں اپنے آخری پیغمبر ﷺ کو خصوصی تعلیم دیتا ہے کہ:

جب آپ کسی بھی نزاع میں اصلاح کرنا چاہیں تو ہمیشہ انصاف کا دامن تھامے رکھیں۔

چنانچہ اس آیت میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ایک قاضی، منصف اور عدل کے علمبردار کی حیثیت سے خطاب کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دین اسلام ایک جامد اور خاموش دین نہیں ہے بلکہ دین اسلام ایک سرگرم، بیدار، متحرک، حساس اور ہمدردی سے سرشار دین ہے جو افراد سے لے کر قوموں اور ملکوں کے انفرادی اور اجتماعی امن و صلح اور سالمیت کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آغازِ کائنات سے لے کر آج تک جب بھی کسی بھی معاشرے میں فسادِ عقیدہ یا معاشرتی بے اعتدالی دیکھی تو فوراً اس کی روک تھام کے لئے اپنے پیغمبر اور نمائندے بھیجے ہیں اور ہر ناانصافی کے پہلو اور اخلاق سوز کردار کا بائیکاٹ کیا ہے۔ قرآن مجید ایسی تعلیمات سے بھرا پڑا ہے۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ ء حیات اور لائحہ عمل ہے ، اس میں ہر لحاظ سے حکمرانی کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ لہٰذا (الحکم بما انزل اللہ) کے تحت انسانی زندگی کے تمام گوشے شامل ہیں نہ کہ چند جزئیات ہیں جس طرح بعض اسلامی حقائق سے نابلد نام نہاد دانشور اور مغرب نواز مفکرین کا خیال ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے دین اسلام کی جامعیت اور اکملیت کو بیان فرما کر (الحکم بما انزل اللہ) کی مکمل تشریح کر دی ہے۔ اس عنوان کے تحت اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا کوئی گوشہ باقی نہیں چھوڑا جس کی نشاندہی اپنے امر و نواہی کے حوالے سے نہ کی ہو۔

کیونکہ قرآن و سنت نے جہاں (الحکم بما انزل اللہ) کے حوالے سے:

1۔ عقائد کی اصلاح پر گفتگو کی ہے

2۔ تو عبادات پر بھی بات کی ہے۔

3۔ باہمی لین دین میں عدل و انصاف اور ہمدردی کی تلقین کی ہے۔

4۔ تو تجارتی اور اقتصادی شعبوں میں رواداری اور ناانصافی کی شکلیں بھی بیان کی ہیں

5۔ عائلی، بلدیاتی، شہری، ملکی اور بین الاقوامی تعلقات اور روابط کو استوار کرنے پر جہاں زور دیا ہے

6۔ وہاں حکومتوں کی تشکیل کا نقطہ بھی سمجھایا ہے۔

7۔ جہاں مسلم معاشروں میں باہمی تعلقات کے اصول بتائے ہیں

8۔ وہاں کافر ریاستوں اور طاغوتی حکومتوں سے امن کے معاہدوں کی تجویز بھی پیش کی ہے۔

9۔ امن و سلامتی کے قیام کے لئے جہاں عدلیہ قائم کرنے کی تاکید کرنے کے ساتھ ساتھ نظام عدل و انصاف کے وسائل بھی بتائے ہیں۔

10۔ اور جرائم کی روک تھام کے لئے قوانین تعزیر اور شرعی حدود بھی قائم کی ہیں۔

11۔ اسی طرح صحتمند معاشرے کے قیام کے لئے طبی مشوروں سے بھی نوازا گیا ہے۔

12۔ بہتر اور صالح انسانی معاشرے کی تشکیل کے لئے تعلیمی و بہبود کے اوپر بھی خاص توجہ دی ہے اور علم سیکھنے اور سکھانے پر بھی۔

13۔ معاشرے سے غربت وناداری کا خاتمہ کرنے کے لئے بہتر ضوابط بتائے ہیں۔

14۔ ماتحتوں اور کمزوروں کے ساتھ ہمدردی کے اصول بھی بتائے گئے ہیں۔

15۔ ازدواجی اور خاندانی روابط کے اصولوں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

16۔ نسل انسانی کی افزائش، ان کی کفالت اور زمہ داریوں کا نظام بھی پیش کیا ہے۔

17۔ فلکیات، معدنیات اور انجینئرنگ کے ٹیکنیکل فنوں کی تعلیم بھی پیش کی ہے

درج بالا شعبوں کا خاکہ پیش کرنے پر بخوبی آگہی مل سکتی ہے کہ دین اسلام چند جزئیات کا نام نہیں بلکہ دین اسلام ایک عالمگیر، جامع اور ہمہ جہت انسانی معاشرے کی رہبری کرنے والا آسمانی دین ہے جس کے تمام شعبوں پر یکساں طور پر عمل کرنا ہی (الحکم بما انزل اللہ) کا اصل مفہوم ہے۔

چنانچہ جو شخص خود تو نماز پڑھتا ہے مگر اپنے ماتحتوں، ملازموں اور زیر اثر افراد کو نماز کے مواقع فراہم نہیں کرتا اور خود تو اسلامی حدود واحکام اور اوامر کی بجاآوری کرتا ہے مگر دوسروں کے لئے اللہ کی نافرمانی، فحاشی اخلاق سوز کردار کے دروازے کھلے رکھتا ہے خود تو اسلامی مشن کی بقا اور ترویج کے لئے تگ ودو کرتا ہے مگر اپنے معاشرے میں رہنے والوں کو بدعات خرافات اور لادینی نظریات کے پھیلاؤ سے نہیں روکتا، خود تو اسلام کو ہمہ گیر دین اور شریعت مانتا ہے مگر اس کے معاشرے میں معاملات اور نزاعات کو نمٹانے کے لئے غیر اسلامی قوانین اور لادین نظریات کو اپنایا جارہا ہے تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ ایسے شخص نے سرے سے (الحکم بما انزل اللہ) کے تقاضوں کی کھلی نفی اور صاف تردید کی ہے۔

آسمانی تعلیمات (الحکم بما انزل اللہ) کو چھوڑ کر خود ساختہ قوانین کی طرف رجوع کرنے والے اللہ کی نظر میں

اللہ تعالیٰ جو پوری کائنات کا حاکم اعلی ہے اس کی نظر میں وہی انسان پیارے ہیں جو اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں کتاب و سنت کی حاکمیت کے قائل ہیں اور عملی نمونے سے اس سوچ کی تائید پیش کرتے ہیں۔ ایسے ہی انسانوں کی فلاح و نجات کی اللہ نے ضمانت بھی دی ہے اور ایسے لوگوں کے پاکیزہ تذکرے قرآنِ کریم میں ان گنت مقامات پر کئے ہیں۔ سورۂ نور، سورۂ مومنون اور سورۂ فرقان کا مطالعہ اور تلاوت کرنے والوں سے ان پاکیزہ ہستیوں کا تعارف مخفی نہیں رہتا۔۔ ایسے ہی نفوسِ قدسیہ کو کہیں متقین کا اعزاز دیا گیا ہے تو کہیں صالحین کا لقب دیا گیا ہے کہیں کامیاب اور کہیں رحمن کے بندے قرار دیا گیا ہے کہیں محسنین کہا گیا ہے تو کہیں مطیعین کہا گیا ہے۔

جبکہ ان کے مقابلے میں ایسے انسانوں کی بڑی مذمت کی گئی ہے جو نیکی کے بجائے بدی کے خوگر ہیں جو اطاعت کی بجائے معصیت اور روگردانی کرتے ہیں جو عدل و انصاف کے بجائے ظلم و زیادتی کو فروغ دیتے ہیں تو ایسے بد طینت لوگوں کے چہروں سے پردہ چاک کرکے رب العزت نے انہیں خداداد نعمتوں کی ناقدری کرنے والے، عدل و انصاف سے منہ موڑنے والے اور شریعت اسلامیہ کی حکمرانی سے تجاوز کرنے والے قرار دیا ہے حتی کہ ایسے لوگوں کے ایمان کی نفی بھی کی ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیات نمبر 43، 44، 45 اور 47 اور سورۂ نور کی آیت نمبر 47، سورۂ احزاب کی آیت نمبر 36، سورۂ نساء کی آیت نمبر 65 اور 59 میں اسی مضمون کی عکاسی کی گئی ہے۔

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی تعلیمات کو اپنی زندگی میں مکمل طور پر مشعل راہ نہ بنانے والوں اور کتاب و سنت سے ہٹ کر من پسند زندگی گزارنے والوں کی قرآن کریم میں جابجا بڑی مذمت کی ہے۔

1۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر 60 میں ایسے لوگوں کو لادینیت نواز قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اے نبی (ﷺ) کیا آپ کے علم میں نہیں ہے وہ لوگ جو بقول خود آسمانی دین کے اصولوں پر یقین کرتے ہیں لیکن ان کا عملی کردار یہ ہے کہ یہ لوگ آسمانی شریعت سے ہٹ کر غیر اسلامی عدالتوں اور ججوں سے رجوع کرتے ہیں حالانکہ انہیں ایسا کرنے سے یکسر روکا گیا ہے۔ دراصل یہ لوگ شیطان کے پیروکار بن گئے ہیں جو ان کو شریعت اسلامیہ کی پیروی سے ہٹا کر مکمل گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔

2۔ سورۂ ص کی آیت نمبر 26 میں ایسے لوگوں کے کردار کو من مانی اور ہوس پرست کہا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو کائنات میں اپنا خلیفہ بنایا ہے لہٰذا آپ اپنی رعایا میں آسمانی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کریں اور ہماری تعلیمات سے ہٹ کر اپنی من مانی نہ کیجئے جو آپ کو راہِ حق اور اللہ کے دین سے بھٹکا نہ دے یاد رکھئے! جو لوگ اللہ کے دین کی پیروی سے ہٹ جائیں تو ان کے لئے سنگین سزائیں ہیں کیونکہ انہوں نے قیامت کے دن ہونے والے حساب کو بھلا دیا اور اپنی ہوس پرستی میں پڑ گئے ہیں۔

اسی مضمون کو سورۂ مائدہ آیت نمبر 48 میں بھی دہرایا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اے محمد (ﷺ) آپ اپنی اُمت کے لوگوں میں آسمانی تعلیمات کے مطابق معاملات نمٹایا کریں اور لوگوں کی مرضی اور من مانی سے گریز کیجئے۔

3۔ اللہ کی آسمانی تعلیمات سے منہ موڑنے کے عمل کو اندھیر نگری اور اسلام سے پہلے کی جاہلیت کی پیروی قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اسی مضمون کو سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 50 میں بیان فرماتا ہے:

اے میرے نبی (ﷺ) کیا یہ لوگ اسلامی شریعت سے ہٹ کر اندھیر نگری اور جاہلیت کی بے راہ روی کی تلاش میں ہیں؟ یاد رکھو اللہ سے بہتر حاکم کسی قوم کو میسر نہیں ہو سکتا، بشرطیکہ یقین کر لیں۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی آسمانی تعلیمات سے ہٹ کر زندگی گزارنے کو منافقت قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر 61 میں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے:

جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آسمانی تعلیمات اور پیغمبر ﷺ کی اصلاحات کی طرف چلے آو تو یہ لوگ (اے محمد ﷺ) آپ سے کٹ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

5۔ آسمانی تعلیمات سے منہ موڑنے کو عقیدے کی کمزوری (مرض القلب) اسلام کی صداقت میں تذبذب اور احکام شرعیہ پر عدم اعتماد قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نور کی آیت نمبر 48،50 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

جب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کی طرف بلایا جائے تاکہ پیغمبر (ﷺ) آسمانی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کے آپس میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کریں تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے کچھ لوگ اس دعوت کو قبول کرنے سے منہ موڑتے ہیں اگر انہیں خود حق ملنا ہوتا تو یہ اس دعوت کو لپک کر قبول کر لیتے۔ ان کا یہ کردار تین باتوں میں سے کسی ایک کی غمازی کرتا ہے یا تو ان کے دلوں میں عقیدے کی کمزوری ہے یا تو اسلام اور نبی ﷺ کے فرمان میں شک اور تذبذب ہے یا یہ ہے کہ انہیں اللہ اور رسول پر اعتماد نہیں جو ڈر رہے ہیں کہ کہیں اس فیصلے میں اللہ اور اس کا رسول کوئی زیادتی نہ کر دیں حقیقت یہ ہے کہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

6۔ آسمانی تعلیمات سے روگردانی کرنے کو دین الٰہی میں دخل اندازی قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ شوریٰ آیت نمبر 21 میں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذیشان ہے:

کیاان مشرکین نے اپنے لئے اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے شریک بنالئے ہیں جنہوں نے ان کیلئے دین کا کوئی زاویہ تجویز کیاہو جس کا اللہ تعالیٰ نے قطعاً حکم نہیں دیا۔

7۔ آسمانی تعلیمات سے منہ موڑنے کو غیر مسلموں اور مشرکین کی نقل قرار دیا گیاہے سورۂبقرہ آیت نمبر 170 میں ارشادِ ربّانی ہے:

> جب ان کفار اور مشرکین سے آسمانی تعلیمات کی پیروی کی دعوت قبول کرنے کے لئے کہا جائے تو یہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس دعوت کو نہیں مانتے بلکہ ہم اسی دین اور طریقے کی پیروی کریں گے جس پر چلتے ہوئے ہم نے اپنے بڑوں کو پایاہے تو اللہ نے ان کی اس اندھی تقلید کا رد کرتے ہوئے فرمایاہے کہ یہ لوگ اپنے بڑوں کی پیروی اس صورت میں بھی کریں گے کہ یہ لوگ نہ دین کو سمجھتے ہوں اور نہ ہی راہِ راست پر قائم ہوں؟

درج بالا آیات کی روشنی میں تقریباً آسمانی تعلیمات سے منہ موڑنے والوں کے کردار کی گیارہ زاویوں سے مذمت کی گئی ہے اللہ ہم سب کو ان سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین۔

آسمانی تعلیمات کی بالادستی کو چھوڑ کر غیر اسلامی قوانین سے رجوع کرنے والوں کے کافر قرار دیئے جانے پر کئی علمائے کرام کے خیالات

اس عنوان کے حوالے سے عصر قدیم کے مشائخ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سرِفہرست ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو بھی مسلمان (الحکم بما انزل اللہ) کو فرض نہ جانے تو ایسا مسلمان بلاشبہ شریعت اسلامیہ کا منکر ہے حتی کہ کوئی قوم اپنے طور پر عدل وانصاف پر قائم کیوں نہ ہو اس لئے کہ اسکا ثبوت آسمانی تعلیمات پر مبنی نہیں ہے۔

جس طرح بہت سے لوگ مشرف بااسلام ہونے کے بعد بھی اپنی پرانی جاہلی عادتوں، قومی رسومات اور علاقائی رواجوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے اور ان عادتوں کو اپناتے ہوئے ان کے ماتھوں پر خم بھی نہیں آتا۔ عرب کے بادیہ نشینوں، خانہ بدوش قوموں، اعراب اور دیہاتیوں میں ان عبادات کا رواج عام تھا اور وہ مسلمان ہونے کے باوجود ان کو کرنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں سمجھتے تھے حتی کہ ان کو شریعت اسلامیہ کی اتباع کے منافی بھی نہیں سمجھتے تھے۔

لہٰذا ایسے کلمہ گو مسلمانوں (خواہ وہ حکمران ہوں یا عوام) اس کے منکرین شریعت اسلامیہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے تمام مسلمانانِ عالم کو اس بات سے پوری طرح آگاہ ہونا چاہیئے اور جس طرح رسول اللہ ﷺ نے آسمانی تعلیمات کے مطابق حکمرانی کی تھی اُسی طریقے پر ان کی اُمت کے سب لوگوں پر بھی اس کی اتباع ضروری ہے (منہاج السنہ 3/22)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر 2/67 میں {اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۗ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ} کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنی شریعت (کتاب وسنت) سے روگردانی کرکے اپنی پسند کے انسانی ساخت کے قوانین، آراء اور خیالات کو نافذ کرنے

والوں کے رویّے کی سخت مذمت کر رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے {اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ} کہہ کر اس رویّے کو جاہلیت قرار دیدیا ہے اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ دورِ جاہلیت میں لوگ حتی الامکان اپنی من پسند خواہشوں اور خود ساختہ قوانین عدل کو اپنانے پر ڈٹے ہوئے تھے۔

جس طرح سقوطِ بغداد کے بعد تاتاریوں نے اپنے فرمانروا چنگیز خان کے ترتیب کردہ نظامِ حکومت کو رائج کیا تھا، ان نام نہاد (مسلمان حکمرانوں نے اسلامی شریعت کی دھجیاں بکھیر دی تھیں کیونکہ انہوں نے جو دستورِ حکومت تشکیل دیا تھا اس میں یہودیت، نصرانیت اور اسلامیات سب کی آمیزش اور ملاوٹ تھی جسے خالص اسلامی نظام حکومت کے مقابلے میں ایک واجب الاطاعت دستور کی حیثیت سے عوام پر مسلط کئے ہوئے تھے لہٰذا ایسے لوگوں کے منکرین شریعت اسلامیہ ہونے میں بھی کیا شبہ ہے؟ تو اس قسم کے لوگوں سے اصلاح عقیدہ کی خاطر جہاد کرنا لازم ہے۔

عصرِ جدید کے مشائخ میں بیشمار مفکرین اور دانشور ہیں جنہوں نے درج بالا عنوان کے تحت اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جن کو پڑھنے اور سمجھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی ساخت کے قوانین سے رجوع کرنے والے بلاشبہ منکرین اسلام ہیں۔

چنانچہ الشیخ عبد الرحمن بن حسن آل الشیخ رحمۃ اللہ علیہ سورۂ مائدہ آیت نمبر 60

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا

کے تحت فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بھی کتاب و سنت کے برخلاف حکومت سازی کرنے کی دعوت دی تو بلاشبہ ایسے شخص نے پیغمبر اسلام کے لائے ہوئے دین کا انکار کیا ہے اور اس دین سے اپنی وفاداریاں پھیر لی ہیں بلکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ کی اطاعت میں مخلوق کو برابر کیا ہے کیونکہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 49 اور سورۂ نسآء کی

آیت نمبر 65 کا نمونہ سامنے آئے جن آیات میں نبی محمد ﷺ کے ذریعے اللہ کے تمام بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ آسمانی تعلیمات کے مطابق لوگوں پر حکومت کریں اور کبھی بھی لوگوں کی من پسند خواہشوں کی اتباع نہ کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آپ کو آپ پر اتاری ہوئی شریعت سے ہٹا کر اللہ کی آزمائش کا شکار کر دیں۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسولِ مقدس! آپ کے رب کی قسم! لوگوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہے جب تک لوگ اپنے نزاعات میں آپ کو دل سے شرعی حاکم تسلیم نہ کر لیں اور اپنے دلوں میں آپ کے فیصلوں کے بارے میں کسی قسم کی بے یقینی کا معمولی سا کھٹکا بھی پیدا نہ ہو۔ (النسآء:65)

چنانچہ جس شخص نے غیر اسلامی قانون کی بالادستی کو تسلیم کیا اور اپنی ہر خواہش کی تکمیل کی (جو سراسر قانونِ الٰہی سے ٹکراتا ہو) تو یقینا اس نے دین اسلام سے لاتعلقی کا اعلان کیا ہے خواہ وہ اپنے دعویٰ میں مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے کامل الایمان ہونے کی تردید کی ہے اور ان کو نام نہاد مسلمان ٹھہرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کے حق میں جب نام نہاد کے الفاظ بولتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں کیونکہ انہوں نے ایمان کے اصل تقاضے کو (جو الحکم بما انزل اللہ ہے) پورا نہیں کیا تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہر انسانی ساخت اور من گھڑت نظاموں کو ٹھکرا دیں، جس کے بغیر عقیدے کی تکمیل نہیں ہوتی اور جب توحید ناقص ہو تو ایمان خود بخود ناقص ہوا۔

یہی مفہوم سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 256 میں بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے ہر طاغوتی طرزِ عمل سے بائیکاٹ کیا اور اپنا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے جوڑا تو اس نے مضبوط عقیدے کو تھاما ہے جس کی پائیداری میں کبھی شگاف نہیں آسکتا۔

الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ مفتی الدیار السعودیۃ نے بھی اسی عنوان پر فرماتے ہیں کہ خود ساختہ قوانین کو اللہ کی پسندیدہ شریعت کے مقابلے میں اپنانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کھلی بغاوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ النساء کی آیت نمبر 60 کے تحت ان نام نہاد مسلمانوں کے کامل الایمان ہونے کی تردید کی ہے جو منفی کردار کا شکار ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے باطن کی نشاندہی کرتے ہوئے {یزعمون انہم امنوا} کے الفاظ بولے ہیں جس میں ان کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کے دل میں بیک وقت کتاب و سنت کی بالادستی تسلیم کرنے اور نہ کرنے کا متضاد پہلو پایا جانا قطعی طور پر ناممکن ہے۔

مزید براں اللہ تعالیٰ نے طاغوت کی بالادستی کا تذکرہ کرکے ان کے کردار سے قلعی کھول دی ہے اور بتایا ہے کہ ایسا رویہ حق سے سراسر تجاوز ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیات نمبر 44، 45 اور 47 کی تشریح کرتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی تعلیمات کے مطابق اُمور مملکت نہ چلانے والوں کو کافر، ظالم اور فاسق کے القاب دیئے ہیں۔ سمجھنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو یہ القاب نہیں دیئے جن میں یہ خامیاں موجود نہ ہوں تو اس کا کم از کم یہی مفہوم ہے کہ ایسے لوگ عملی طور پر تقاضائے اسلام کو پورا کرنے اور اپنے عقیدے کو کفر و عناد سے پاکیزہ کرنے میں پیچھے ہیں۔ عقیدے کے بگاڑ کو شیخ موصوف نے چھ زاویوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے:

1۔ {الحکم بما انزل اللہ} سے متعلق وارد ہونے والی قرآنی آیات کا نچوڑ یہی ہے کہ مسلمان حکمران تمام غیر اسلامی قوانین و نظریات کی نفی کرکے صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ قوانین عدل اور نظام حکومت کو مانیں اور اسے تمام شعبہ ہائے زندگی میں نافذ کریں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو سمجھ لیں کہ انہوں نے سرتاپا شریعت اسلامی کا انکار کیا ہے۔

عصر قدیم و جدید کی منفرد شخصیات کا بالاتفاق فیصلہ بھی یہی ہے کہ جس کسی نے بھی کلمہء اسلام پڑھ کر اسلام کے لبادے میں ملبوس ہونے کے بعد تین اُمور میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا یا اسلامی

اقدار کو نافذ کرنے میں ہٹ دھرمی برتی تو اُس شخص نے کفر کا خطرناک موڑ اختیار کیا ہے جو اُسے ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، وہ اُمور یہ ہیں:

۱۔ اصولِ دین یعنی چھ ارکانِ ایمان اور پانچ ارکانِ اسلام میں سے کسی ایک کا برملا انکار کرنا۔

۲۔ کسی بھی اسلامی فریضے اور واجب کا انکار کرنا جس پر شریعت اسلامی کا اہم رکن ہونے کا لیبل لگ چکا ہو۔

۳۔ اسلام کے کسی بھی ذیلی پہلو کو ماننے سے انکار کرنا جس کی اہمیت پر تمام اہل اسلام کا مسلسل اتفاق چلا آرہا ہے۔

2۔ عقیدے کے بگاڑ کا ایک رُخ یہ بھی ہے کہ مسلمان اسلامی قوانین کے نفاذ کے بجائے غیر اسلامی قوانین وحدود کو سرکاری و نجی اداروں میں رائج کرنا بہتر جانے، لوگوں کے تمام مسائل کا حل اسی میں سمجھے اور اُسے دورِ حاضر میں آئے دن بدلتے ہوئے واقعات اور حالات کا صحیح ترجمان خیال کرے۔ یہ رُخ بھی کچھ کفر سے کم نہیں ہے کیونکہ مخلوق کے ہاتھوں بنائے ہوئے نظاموں کو بہتر جاننا، نظامِ الٰہی کے خلاف نبرد آزما ہونا ہے۔ اس لئے کہ یہ اُمور خواہ کتنے ہی اچھے نتائج کے حامل کیوں نہ ہوں، عقلِ انسان کی کسوٹی پر پرکھے ہوئے بے قیمت خس و خاشاک ہیں جو اللہ کی شریعت کے ماہ جبین ماتھے پر تھوکنے کی ایک ناپاک کوشش وجسارت ہے۔

3۔ عقیدے کے بگاڑ کا تیسرا رخ یہ ہے کہ انسانی ساخت کے قوانین وحدود کو کتاب وسنت پر مبنی تعلیمات کا ہم پلہ سمجھا جائے۔ یہ پہلو اور بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس سے خالق و مخلوق میں کوئی امتیاز نہیں رہتا جس کو ماننے سے عقیدے کا ایک مضبوط ستون {لیس کمثله شيئ} دھڑام سے زمین بوس ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ حق تو یہ تھا کہ کائنات کا حاکمِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے قانون الٰہی کو ہی کائنات میں ہر شعبے کے اندر لائق نفاذ سمجھا جاتا جبکہ اس کے مقابلے میں اس کی مخلوق کے ہاتھوں بنائے

ہوئے نظام کو قابل تنقید سمجھنا اللہ کی اطاعت اور تصرف میں ایک پارٹنر شپ ہے جو کہ بالکل ناممکن ہے۔

4۔ عقیدے کے بگاڑ کا چوتھا رخ یہ ہے کہ کتاب و سنت کے منافی نظام کا نفاذ جائز مانا جائے۔

5۔ عقیدے کے بگاڑ کی کھلی عکاسی یوں بھی ہو سکتی ہے کہ مسلمان ہر اُس کافرانہ نظام ہائے حکومت کے قانون و دفعات سے استفادہ کرے جن کی اصل بنیاد برٹش اور امریکن طرزِ قانون ہے جو کہ بہت سے مسلم ممالک میں سر عام رائج ہیں اور بڑی جسارت کے ساتھ مسلم حکمران ان غیر اسلامی نظاموں کو بیچارے مسلم عوام پر مسلط کئے ہوئے ہیں اور لوگ اسے قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ جو ان نظاموں کے خلاف آوازِ حق بلند کرے تو انہیں بنیاد پرست کہہ کر ٹھکرا دینے کی کوشش کی جاتی ہے یا ان داعیانِ حق کو طرح طرح کے ظلم کی نذر کر دیا جاتا ہے یا ان کو عالمی سازش کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سوچ کو ملت اسلام کی اصل روح (عقیدہ) سے ٹکرانے کی بنیاد پر کافرانہ سوچ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

6۔ عقیدے کے بگاڑ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ علاقے کے بعض بااثر اشخاص امنِ عامہ کے نام پر لوگوں کے مسائل و نزاعات کو اپنی صوابدید پر نمٹاتے ہیں جو اپنے فیصلوں کے دوران کتاب و سنت کی روشن تعلیمات سے ٹکرانے کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں اپنے کئے پر ندامت ہوتی ہے بلکہ بعض پنچائتی محض کتاب و سنت کے شرعی فیصلوں کے مقابلے میں اس طرح کے اقدام کو انسانی خدمت قرار دیکر اسلام کی اصل روح سے لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے منفی کردار کو غیر اسلامی اور منافقانہ روش کہنا حق بجانب ہو گا۔

عقیدے کے بگاڑ کی ساری نوعیتیں تقریباً دنیا کے تمام مسلمانوں میں موجود ہیں جن کو ہوا دینے اور دنیا میں پھیلانے کے لئے مغرب نواز نام نہاد مسلم اسکالرز شب و روز سر گرم عمل ہیں جن کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں کسی بھی اسلامی ملک اور ریاست میں اسلامی طرزِ زندگی کا نظام سرکاری و نیم

سرکاری اداروں میں نافذ کرنا مشکل بن گیا ہے بلکہ غیر اسلامی قانون کے خُوگر اسلامی نظام کو معیشت کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں اور اسلامی معیشت کے علمبرداروں کو طرح طرح کے الزام بھی دیتے ہیں اور جب یہ اہل حق مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو انہیں دہشتگرد اور بنیاد پرست قرار دے کر عوام کو دعوتِ حق قبول کرنے سے متنفر کرتے ہیں۔

اس قسم کے لوگ دنیا میں اعلیٰ منصبوں پر فائز ہیں، نوکر شاہی میں بھی ایسے ہی لوگوں کی بہتات ہے، سیاست، حکومت اور تعلیمی شعبوں میں بھی ان کی بڑی تعداد شامل ہے۔

صحافت اور ذرائع ابلاغ میں بھی ان کی ہی پروردہ نسلیں اور تربیت یافتہ نئی پود اسلامی ثقافت کے نام سے اسلام کے تابناک چہرے کو داغدار کر رہی ہیں اور یہ عالمی المیہ بن چکا ہے جسے اللہ کی غیبی مدد سے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔

الشیخ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ نے قرآن کریم سے پندرہ آیاتِ مبارکہ کے حوالے سے اللہ ہی کی حکمرانی واجب الاطاعت ہونے کو ثابت کیا ہے۔ بالخصوص چار آیتوں کے واضح طور پر زیر بحث عنوان کی نشاندہی کی ہے جن میں درج ذیل آیات سرفہرست ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (النسآء:60)

کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے، اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے طاغوت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان اس سے کفر کریں۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبۃ:31)

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب (ومعبود) بنالیا ہے۔

سورۂ انعام کی آیت نمبر 121

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰى أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ

اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اُسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے۔ اور شیطان لوگ اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔

سورۂ یٰسین کی آیت نمبر 60:

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ

اے آدم کی اولاد! کیا ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے؟

ان آیات مبارکہ کے الفاظ، معانی اور مطالب پر غور کیا جائے تو ہمارے سامنے مجموعی طور پر یہی مفہوم اُجاگر ہوتا ہے کہ کتاب و سنت کی حکمرانی، اطاعت اور نفاذ کو چھوڑ کر غیر اسلامی قوانین، آراء، نظریات، عقائد اور عملیات کو اختیار کرنا بہت بڑا جرم ہے جو کہ نئی شریعت تشکیل دینے کے برابر ہے اور ایسا کرنا کفر سے کم گناہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں منافقین اور یہودِ مدینہ کے کردار کی خاکہ کشی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ شریعت الٰہیہ کی حاکمیت سے منہ موڑ کر اپنے معاشرے کے انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے قوانین کی پیروی کرتے ہیں جو سو فیصد ان کے ملفوظات پر سرِ تسلیم خم کرتے ہیں جبکہ یہ تمام آسمانی شریعتوں کے تحت سراسر حرام ہے۔

دوسرا، مذکورہ آیتوں کا مفہوم بھی اسی طرح ہے جن میں کفریہ عقائد و نظریات اور عملیات کے علمبرداروں کی پیروی کرنے والوں کو واضح طور پر مشرک اور شیطان کے پجاری کہا گیا ہے۔

الشیخ محمد حامد الفقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بھی مسلمان حاکم، قاضی، یا صاحبِ اقتدار شخص حدود، قصاص، دیوانی اور فوجداری مقدمات میں امریکن یا برٹش طرزِ قانون سے رجوع کرے یا ان قوانین کو کتاب و سنت پر فوقیت دے تو ایسے حکمران یا قاضی کا دین اسلام سے مرتد ہو کر خارج ہونے میں کیا شبہ ہے؟ بالخصوص جب وہ اس پر ڈٹ جائے اور اپنے کئے پر کبھی پشیمان بھی نہ ہو تو اس کے مسلمان ہونے، مسلمانوں جیسا نام رکھنے اور اس کے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

الشیخ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ غیر اسلامی قوانین وحدود پر مبنی حکومت کرنے سے متعلق سخت لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان قوانین کے سراسر کافرانہ ہونا بتانے میں کسی قسم کی لچک رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا ہر شخص اپنا محاسبہ کرتے ہوئے ان قوانین کو مسترد کرنے کی کوشش کرے اور علماءِ حق کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین کے کفر ہونے کا بیباکانہ انداز میں اعلان کریں اور کسی قسم کی کمی اور کوتاہی برتے بغیر اس آواز کو لوگوں تک پہنچائیں اور ان کو باور کروائیں کہ وہ کونسی مجبوری ہے جو مسلمان عوام اور حکمرانوں کو ان کے اپنانے پر مجبور کر رہی ہے۔

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ قوم پرستی کی دعوت دینا، سراسر ناحق ہونا بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قومیت کا پرچار کرنا غیر اسلامی نظریہ ہے کیونکہ نسلی اور عنصری بنیاد پر کسی قوم کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک قومیں اپنے اپنے مذہبی پلیٹ فارم کو چھوڑ کر اس طرح یک رنگ ہو جائیں کہ مسلم و کفار اُمتوں کا کوئی امتیاز باقی نہ رہے اس اتحاد کو کامیاب کرنے کا لازمی عمل یہ ہے کہ مسلمان کتاب و سنت سے ہٹنے کی بھی پرواہ نہ کریں کیونکہ غیر مسلم عرب قرآن کی دعوت پر متحد نہیں ہو سکتے جبکہ ایسا کرنا دین سے بغاوت کرنا مذہب میں بگاڑ پیدا کرنے اور اعلانیہ کفر کرنے کی علامت ہے۔

اس عنوان کی وضاحت کے لئے شیخ موصوف نے قرآن کریم سے متعدد حوالے پیش کئے ہیں جن میں غیر اسلامی قوانین و نظریات کو اختیار کرنے یا ان کو فروغ دینے یا اسلامی قوانین کے نفاذ سے پہلو تہی کرنے کو کفر، فسق اور ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

1۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر 65

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ (ﷺ) کو حاکم نہ مان لیں۔ پھر جو فیصلے آپ (ﷺ) ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی یا ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

2۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 44، 45 اور 47۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ

اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ (قوانین) کے مطابق فیصلہ (و حکم) نہ کرے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ (قوانین) کے مطابق فیصلہ (و حکم) نہ کرے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ (قوانین) کے مطابق فیصلہ (و حکم) نہ کرے پس ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔(المائدۃ:50)

ان حوالہ جات کو نوٹ کرنے کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کوئی بھی مملکت جو اللہ کی شریعت کے مطابق حکومت نہیں کرتی اور نہ ہی اللہ کی شریعت کے نفاذ پر آمادہ ہوتی ہے تو اس مملکت اور ریاست کو غیر اسلامی (کافر) ریاست کہا جائے گا جو اللہ کی حکمرانی کو چھوڑنے پر کفر، فسق اور ظلم میں مبتلا ہو چکی ہے۔

لہٰذا تمام مسلمان ان لوگوں سے اپنی وفاداریاں توڑ دیں، ان کو اپنا دشمن جانیں اور ان سے دوستی کے تعلقات کو ختم کر دیں جب تک یہ لوگ اپنے قصور سے باز نہ آ جائیں۔

شیخ رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی اقدار اور شرعی قوانین کو چھوڑ کر غیر اسلامی عادات، اطوار، قوانین، آبائی تقلید، کاہنوں، جادوگروں، نجومیوں اور من گھڑت ضابطوں کے نفاذ پر آمادہ ہونا سب سے بڑا اور بدترین گناہ کبیرہ ہے اور اسلام سے مخلص نہ ہونے کی دلیل ہے یہ ایسے اُمور ہیں جن کو (کافرانہ اور جاہل ہونے کی بنیاد پر) اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ نے سراسر باطل قرار دیا ہے اور ان سے سختی سے گریز کرنے کی تاکید کی ہے۔

الشیخ عبداللہ بن قعود حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ احکام اسلام کی بجائے کافرانہ قوانین کو پسند کرنا، ان کے تحت لوگوں کے معاملات کو نمٹانا اور عوام کو ان قوانین سے رجوع کرنے پر مجبور کرنا حکم الٰہی میں کسی اور کو شریک ماننا ہے۔

الشیخ محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کسی صاحبِ منصب نے اسلامی قوانین و حدود کو ہیچ سمجھ کر یا اُسے سماجی بہبود کے منافی جان کر نافذ نہیں کیا تو ایسے شخص نے اس کردار کو اپنا کر خود کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا ہے۔

یہ سوچ انتہائی بیباکانہ ہے کہ شریعت کے منافی قوانین کو ترتیب دیتے ہوئے بھی ان کے جسم پر جوئیں تک نہیں رینگتی بلکہ یہ لوگ اس قسم کے قوانین و نظریات کو اسلامی قوانین کے مقابلے میں بہتر سمجھتے ہیں لہٰذا اس سوچ کو بھی کفریہ سوچ ہی سمجھا جائے گا کیونکہ انسان ایک روش کو چھوڑ کر دوسری روش اس لئے اختیار کر لیتا ہے کہ پہلی روش میں کوئی نہ کوئی خامی موجود ہے۔

اسلامی حکومت کو چھوڑ کر غیر اسلامی حکومت چلانے والوں کے کافر ہونے پر عصر قدیم وجدید کے علما کے فتوے

اس عنوان کو ثابت کرنے کے حوالے سے جن علماء عصر قدیم وجدید کے خیالات کو پیش کیا گیا ہے وہ محض ان کے فقہی استنباط نہیں اور نہ ہی مجتہدین کے علمی اجتہاد و قیاس آرائیاں ہیں بلکہ یہ ان اسلامی معلومات کا اظہار ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کے نزدیک طے شدہ ہیں جن کو علماء عصرِ قدیم وجدید کا متفقہ اجماع حاصل ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس عنوان کے ثبوت میں اجماعِ علماءِ اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے (البدایہ والنہایۃ 13/128) کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ جس کسی نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کو چھوڑ کر سابقہ منسوخ شریعتوں میں سے کسی شریعت سے رجوع کیا تو ایسے شخص نے اسلامی شریعت کا انکار کیا ہے۔ بھلا کوئی یہ تو بتائے کہ اس شخص کے بارے میں کیا نظریہ رکھا جائے جو سابقہ شریعت سے رجوع تو نہیں کرتا بلکہ خود ساختہ یا مثال کے طور پر چنگیز خان (اور امریکہ روس، برطانیہ وغیرہ) کے نظامِ حکومت کو اپنے نزاعات کا حل سمجھ لے؟ ہر انصاف پسند شخص کا یہی جواب ہو گا کہ ایسے شخص کو بھی باتفاق علماء اسلام کافر جانا جائے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے استاذ محترم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ملفوظات بھی اس بارے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں وہ اپنی کتاب مجموع الفتاویٰ 28/524 میں فرماتے ہیں کہ

چارو ناچار کسی حالت میں بھی جس نے شریعت محمدیہ کی اتباع چھوڑ کر کسی اور دین یا طریقے کی اتباع کو روا جانا اس نے دین اسلام کا انکار کیا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس عنوان کی بالفاظِ دیگر یوں تشریح کی ہے کہ جس کسی نے کسی متفقہ حرام کو حلال جانا یا حلال کو حرام جانا یا کسی قسم کی تحریف، تبدیلی یا رڈ و بدل کرنے کا ارتکاب کیا تو علماء اسلام کی نظر میں ایسا کرنے والا مرتد اور کافر ہے جس کا دینِ اسلام سے تعلق نہ رہا۔

شیخ الاسلام اس بات کی تصدیق کے لئے سورۂ مائدہ کی آیت 44 :

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ (قوانین) کے مطابق فیصلہ (و حکم) نہ کرے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

کا حوالہ دیا کرتے تھے۔

دورِ جدید کے علماء اسلام کا بھی اس سلسلے میں یہی اجماع مشہور ہے جن میں سے ہم یہاں پر صرف دو علماءِ حق کے ملفوظات ذکر کر رہے ہیں۔

چنانچہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جس کسی نے بھی شریعت محمدیہ ﷺ کے ابدی اور حتمی ممنوعات میں سے کسی بھی ممنوع عمل (مثلاً زنا، شراب نوشی، سود خوری، چوری، رہزنی، ڈکیتی، قتل و غارتگری، جھوٹ، بددیانتی، وعدہ خلافی، گالم گلوچ، تہمت تراشی، والدین کی نافرمانی، جھوٹی قسم، مجاہد یا فوجی کا (کفار کے مقابلے میں) میدانِ جہاد سے بزدلی دکھا کر بھاگنا، غیر اللہ کے نام نیاز دینا اور اللہ کی یکتانیت میں کسی کو شریک جاننا) کو حلال اور روا جان کر خود کیا یا کسی سے کروایا یا دوسروں کو

کرنے کی دعوت دی تو ایسا شخص باتفاق علماءِ اسلام دین اسلام سے قطعی طور پر خارج ہے۔ (مجموع الفتاوی 1 / 137)۔

الشیخ عمر الاشقر دیارِ سعودیہ کے سابق مفتی الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل شیخ کے ملفوظات کے حوالے سے اس اجماع سے متعلق فرماتے ہیں کہ انسانوں کے دو گروہوں کے یقینی طور پر کفر میں داخل ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے:

1۔ ایک گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شریعتِ اسلامیہ کے بالمقابل غیر شرعی نظام گھڑ کر اللہ کی شریعت کا مقابلہ کیا جو اس نظام کو لوگوں پر ٹھونس کر اصل شریعت سے لوگوں کو ناآشنا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اس قسم کے لوگوں کے کافر ہونے پر تمام علماء اسلام کا اجماع یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قسم کے لوگوں کے کرتوت کی سخت مذمت فرمائی ہے۔

چنانچہ سورۂ شوریٰ آیت نمبر 21

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ۔

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے سفارشی قسم کے جھوٹے لوگوں نے دین اسلام کے نام سے کچھ قوانین گھڑ لئے ہیں جن کو گھڑنے اور ان پر عمل کرنے پر اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی حکم نہیں دیا ہے۔

اس وعید میں سرفہرست علماء یہود اور صوفیائے نصاریٰ شامل ہیں جنہوں نے واقعتاً تورات انجیل زبور اور قرآن کے برخلاف قانونی دفعات بنالئے تھے جن کے مطابق اپنے معاشرے میں (رنگ و نسل کی برتری کو سامنے رکھ کر) لوگوں کے معاملات نزاعات، جھگڑے اور مقدمات فوجداری و دیوانی اور حدود کو نمٹاتے تھے جن کی بیخ کنی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت نمبر 31

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

اتاری ہے۔

اس قسم کا کردار امت محمدیہ کے علماء مشائخ یا مذہبی سیاسی، پیشواؤں میں موجود ہو تو سب کے سب اس مصداق کے مطابق بلاشبہ کافر ہیں۔

دوسرا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پیشواؤں کے گھڑے ہوئے قوانین وضوابط نظاموں اور فیصلوں کو (خلاف شریعت اسلامیہ ہونے کو جانتے ہوئے) قبول کیا۔

امریکن اور برٹش قوانین کی اسلامی قوانین سے محاذ آرائیاں اور نشاندہی

قوانین خواہ مذہبی ہوں یا انسانی ساخت کے ہوں ظاہری اعتبار سے ہم مقصد ہیں کیونکہ دنیا میں جتنے آسمانی مذاہب آئے یا انسانی معاشروں نے جنم لیا تو امن عامہ اور خوشحالی معاشرے کے قیام کے لئے اللہ تعالی نے شرعی قوانین بھیجے اس کے مقابلے میں انسانوں نے بھی کچھ قوانین پیش کئے۔

چنانچہ قانون سازی کے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر معاشرے کے افراد اور گروہوں پر ان قانونی دفعات کو لاگو کیا جاتا ہے تاکہ ان قوانین کے نفاذ کے ذریعے مطلوبہ مقاصد (امن عامہ، خوشحالی معاشرہ یا عدل وانصاف، ظلم سے نجات، بہبود آبادی، فحاشی کا روک تھام اور تمام قسم کے اخلاقیات کا فروغ) حاصل ہو۔

جب معاشرے میں چند افراد یا قومیں کسی بھی قصور کا ارتکاب کرے تو حکومتیں خواہ اسلامی ہوں یا خودساختہ ہر صورت اس برائی کے انسداد کے لئے قانونی دفعات کا استعمال کرتی ہیں۔

یہاں سمجھنے کا اصل پہلو یہ ہے کہ آیا اسلامی قوانین مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے بہتر اور واجب الاطاعت ہیں یا انسانی ساخت کے غیر شرعی قوانین؟ اور کیوں؟

اس سوال کا جواب یہی ہے کہ بہر صورت اسلامی قوانین ہی مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے بہتر اور واجب الاطاعت ہیں کیونکہ :۔

الف۔ اسلامی قوانین اٹل ہوتے ہیں جن میں کسی قسم کی لچک نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی تبدیلی کی گنجائش ہوتی ہے۔

ب۔ اسلامی قوانین غیر جانبدارانہ فیصلے کرتے ہیں جس سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔

ج۔ اسلامی قوانین مقدمات عدالت میں سماعت کے لئے پیش ہونے پر کسی قسم کی سفارش کو روا نہیں رکھتے۔

د۔ اسلامی قوانین رنگ و نسل کی برتری کے علمبردار نہیں بلکہ حقوق دہی میں مساوات چاہتے ہیں۔

ھ۔ اسلامی قوانین قانونی دفعات کی لاج رکھتے ہیں۔

و۔ اسلامی قوانین کسی وقت بھی جان بوجھ کر کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار نہیں دیتے۔

ز۔ اسلامی قوانین مقدمات کو فوری نمٹانے کی ضمانت دیتے ہیں۔

ح۔ اسلامی قوانین کے مطابق دیجانے والی سزائیں عبرتناک ہیں۔

ط۔ اسلامی قوانین کے تحت جرائم ثابت ہونے پر رحم کی اپیل ممنوع ہے۔

ی۔ اسلامی قوانین اخلاق کی تربیت کرتے ہیں اور ہر غیر اخلاقی ذرائع کی روک تھام کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

ک۔ اسلامی قوانین غیر اسلامی ثقافتوں، حیاسوز فلموں، ڈراموں کی منظر کشی یا ان کی فوٹو گرافی اور ویڈیو کیسٹ کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے۔

ل۔ اسلامی قوانین رضامندی زنا اور زنا بالجبر دونوں کو قطعاً جائز نہیں کرتے۔

م۔ اسلامی قوانین مردوں کو بیک وقت چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

ن۔ اسلامی قوانین کے تحت زنا کی حرمت کیلئے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

س۔ اسلامی قوانین کے تحت معینہ سزائیں ہی دیجاتی ہیں۔

ع۔ اسلامی قوانین من جانب اللہ ہیں جبکہ غیر اسلامی قوانین مخلوق کی پیداوار ہیں۔

ف۔ اسلامی قوانین کا نفاذ بے لوث خدمت پر مبنی ہے جبکہ غیر اسلامی قوانین کا نفاذ محض خود غرضی اور ہوس پرستی ہے۔

ص۔ اسلامی قوانین مدعائے الٰہی کے عین مطابق ہیں جبکہ غیر اسلامی قوانین قانون الٰہی میں مخلوق کی دخل اندازی ہے۔

ض۔ اسلامی قوانین کے تحت شبہ کی بنیاد پر چالان، یا پولیس حوالات میں یا ریمانڈ کے لئے گرفتاری عمل میں نہیں لائی جاتی۔

جبکہ اسلامی قوانین کے مقابلے میں

غیر اسلامی قوانین کے نفاذ میں درج ذیل خامیاں اور ناانصافیاں موجود ہیں جو اسلامی قوانین کے خلاف محاذ آرائی اور کفریہ کردار ہے کیونکہ:۔

الف۔ غیر اسلامی قوانین اٹل نہیں جس طرح قاتل کو قصاص کے بجائے عمر قید (جس کی تعیین چودہ سال ہے) کر کے یامالی تاوان لے کر (جو غیر شرعی قانون کے تحت مختلف ہے) مدت قید بھگتانے پر یامعاوضہ دینے پر بری کر دیا جاتا ہے یا اپنی سزا کے خلاف اپیل دائر کرنے کا اختیار دے کر چھٹکارے کی راہ تلاش کیجاتی ہے۔

ب۔ غیر اسلامی قوانین جانبدارانہ فیصلے کے علمبردار ہیں کیونکہ اسکے تحت امیر و غریب کا امتیاز برتا جاتا ہے امیر کو بااثر ہونے یا اسکی دنیاوی عزت کو بحال رکھنے کے لئے بری کر دیا جاتا ہے جبکہ غریب اور بے اثر شخص کو کسی صورت میں بھی معافی کا مستحق جانا نہیں جاتا۔

یا یوں ہوتا ہے کہ امیر کی درخواست اور اپیل کو قابل سماعت سمجھا جاتا ہے جبکہ غریب کی اپیل یا درخواست کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔

یا قرابتداری کے لحاظ میں فیصلہ اپنوں کے حق میں دیا جاتا ہے یا رشوت اور سفارش کے پہلو کو فوقیت دے دی جاتی ہے۔

ج۔ غیر اسلامی قوانین کے تحت عدالتوں میں مقدمات سماعت کے لئے پیش ہونے کے بعد مجرموں کے حق میں سفارش کرنا روا سمجھا جاتا ہے جس سے عدل و انصاف کا جنازہ اٹھ جاتا ہے اور مجرمین کو اپنے قصور پر ڈٹ جانے اور دوبارہ کھلم کھلا جرم کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے جو کہ عدالتی فیصلوں کے اصل فلسفے کی نفی ہے۔

د۔ غیر اسلامی قوانین کے تحت رنگ و نسل اور عنصری برتری کو ترجیح دی جاتی ہے جو کہ مساویانہ عدل و انصاف کے عین خلاف اور ظلم و بربریت کی آگ کو سلگانا ہے۔

ھ۔ غیر اسلامی قوانین قانونی دفعات کو بلا جواز تار تار کرنے کو معمولی جرم بھی خیال نہیں کرتے کیونکہ قانونی طور پر مجرم کو سزا ہونے کا عدالتی فیصلہ صادر ہونے کے بعد ہائیکورٹ سے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر کے سابقہ فیصلے کو کالعدم قرار دینا عدالتی حق سمجھا جاتا ہے جس سے عدلیہ کی توقیر

گر جاتی ہے اور مجرم میں بیباکی کی لہر تیز ہو جاتی ہے یا حقوق کی پامالی کی فضا گرم ہو جاتی ہے کیونکہ عدالت خود ایسی راہیں فریقین کو فراہم کرتی ہیں

و۔ غیر اسلامی قوانین کے تحت حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دینا قانونی حق سمجھا جاتا ہے چنانچہ قانون جس کو حلال قرار دے وہ حرام نہیں خواہ وہ شرعی طور پر حرام کیوں نہ ہو اور قانون جس کو حرام کہدے وہ حرام ہے خواہ وہ شرعی طور پر حلال کیوں نہ ہو چونکہ غیر اسلامی قوانین کے تحت جرم اسی کو سمجھا جاتا ہے جس کو قانونی طور پر جرم قرار دیا گیا ہو خواہ شرعی طور پر وہ جرم ہو یا نہ ہو۔

مثال کے طور پر اسلامی قوانین کے تحت مردوں کو بیک وقت ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہے سورۂ نساء کے پہلے رکوع میں اسی عنوان کو بڑی وضاحت کیساتھ بیان کیا گیا ہے لہٰذا اس کے شرعی دفعہ ہونے میں کیا شبہ ہے؟ لیکن غیر اسلامی قوانین کی رو سے مرد کو پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے لہٰذا اگر کسی نے دوسری کر لی تو قانونی طور پر پہلی بیوی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر سے اپنی طلاق کا مطالبہ کرے یا دوسری کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے یا عدالت کے ذریعے شوہر کو زدو کوب کر کے ستایا جائے یا کوئی مالی تاوان وغیرہ عائد کر کے شرعی حق سے روک دیا جائے اور غیر اسلامی قانون کی لاج رکھی جائے اس قانون کو ماننا اس پر عمل کرنا اسکو قابل افتاء سمجھنا اور اسے معاشرے میں امن و امان پیدا کرنے کا ساز گار ماحول سمجھنا سراسر شریعت اسلامیہ سے بغاوت اور دین میں تبدیلی اور تحریف ہے جو کہ اللہ اور رسول سے کھلی جنگ ہے اس نظریے کا کافرانہ ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ شرعی طور پر زنا اور فحاشی کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور اس جرم کے ملزمان کو سزا سے مستثنٰی قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن غیر اسلامی قوانین کے تحت کئی طریقوں سے فحاشی و عریانی اور بے غیرتی کو فروغ دینے کی راہیں ہموار کیجاتی ہیں مثلاً:

الف۔ اگر زنا بالجبر ہو تو بھی غیر شرعی قانون کی حد سے سزا نہیں دیجاتی۔

ب۔ اگر زنا میں ملوث خاتون بالغ نہ ہو تو بھی سزا نہیں دیجاتی۔

ج۔ اسی طرح اگر زنا دونوں کی رضامندی سے عمل میں آیا ہو تو بھی کسی کو سزا نہیں دیجاتی۔

د۔ اور سب سے بڑی بے غیرتی یہ ہے کہ غیر اسلامی قانون کے تحت عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں اجازت ہے کہ وہ جس سے چاہے زنا کرے قانون کی طرف سے کوئی حد یا تعزیر نہیں ہے۔

واضح رہے کہ غیر اسلامی قوانین حقیقت میں اسلامی قوانین سے جنگ کرنے کے لئے اسلامی قوانین کو توڑنے کے لئے معاشرے میں بگاڑ، خرابی، بے غیرتی کا بازار گرم کرنے کی سازش کے لئے ہی بنائے گئے ہیں لہٰذا ان غیر اسلامی قوانین کا کافرانہ نظام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اس کی تیسری مثال یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے تحت سود خوری حرام ہے کتاب و سنت میں اسکی حرمت اور مذمت کو خوب اجاگر کیا گیا ہے بلکہ سود خوری کے خطرناک نتائج اور سود سے بچنے کے عظیم فائدے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

دراصل سود خوری کو معاشرے میں بگاڑ، ایثار و قربانی کے جذبے کی نفی پیدا کرنے اور خود غرضی، لالچ اور مادیت پرستی کی آگ کو تیز کرنے کے خطرناک عزائم کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے اس کے مقابلے میں بلا سود قرضہء حسنہ دینے معاشرے کے کمزور لوگوں، ناداروں، بے روزگاروں، اور محتاجوں پر مفت احسان کرنے رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر بلا معاوضہ صدقات و خیرات دینے اور انکی دیکھ بھال کرنے ان کی پرورش کرنے اور انکی معاشی مجبوریوں میں برابر کے شریک ہونا ثابت کرنے کو بہت بڑا اجر و ثواب کا حامل ٹھہرایا گیا ہے۔

سود خوری کے نظام کی وجہ سے ایک امیر امیر ترین ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ اصل زر پر زائد رقم بھی وصول کرتا ہے اور اس کے تصور میں کمی یا نقصان نام کی کوئی چیز نہیں بس وہ نفع لینا ہی جانتا ہے جبکہ اسکے مقابلے میں وہ غریب جو اسے اصل زر پر مقررہ سودی رقم بھی ادا کرتا ہے یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ

وہ کبھی اس سے کم رقم بھی ادا کریگا اسطرح وہ اصل زر پر سودی منافع ادا کرنے کا پابند ہونے کی وجہ سے دن بدن غریب ترین ہوتا جاتا ہے کیونکہ اس پر واجب الادا رقم میں کبھی کمی نہیں آئی۔اس طرح یہ سود پر قرضہ لینے والا اپنے قرض خواہ کا اسیر اور قیدی بن جاتا ہے دین اسلام میں سود کو انہی منفی مقاصد کے خاتمے کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔

لیکن غیر اسلامی قوانین کے تحت(سود کے بھیانک نتائج ہونے کے باوجود) سودی کاروبار اور ناجائز نفع خوری، سودی قرضے کی لین دین، سودی بینکاری، سودی سرمایہ کاری کے حرام اور ناجائز ہونے کی کہیں بھی نشاندہی یا تشریح موجود نہیں ہے اور نہ ہی سود کے خطرات سے بچنے کی وعید ہے اور نہ ہی اس قسم کے معاملات کرنے والوں کے خلاف کوئی تعزیری سزا سنائی گئی ہے اس کے بجائے سودی نظام کو فروغ دینے اس کے اداروں کو دنیا میں پھیلانے افراد اور معاشروں میں اسکے دائرے کو وسیع تر کرنے کے لئے بڑی حد تک کوشش کی جاتی رہی ہے۔

اسلامی قوانین سے کھلی جنگ نہیں تو اور کیا ہے؟جب سودی لین کرنے پر دو شخصوں کا کیس عدالت میں پہنچتا ہے تو قاضی، جج، ایڈووکیٹ، اور مجسٹریٹ صاحب یہی جواب دیتے ہیں کہ قانونی طور پر سودی لین دین درست ہے لہٰذا یہ رقم واجب الاداء ہے یوں کہہ کر سودی قرضے کی ادائیگی کو ضروری قرار دیتا ہے سودی لین دین کی حمایت کرتا ہے نہ کہ اسکے خلاف کوئی سزا یا تعزیز سناتا ہے کیونکہ قاضی سودی سرمایہ کاری کو گناہ نہیں سمجھتا اس طرح وہ غیر اسلامی قانون کو اسلامی قانون پر فوقیت دے کر کافرانہ کردار کا مرتکب ہوا ہے۔

ز۔ غیر اسلامی قوانین مقدمات کو طول دیتے ہیں اور امن عامہ کو تار تار کرتے ہیں کیونکہ مقدمات کو طول دینے سے فریقین میں پہلے سے زیادہ دوری یا دشمنی، عداوت پیدا ہوتی ہے اور جھوٹ گھڑ کر کیس کو جیتنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے اور جھوٹی امیدیں دلا کر وکلاء فریقین کو خوش فہمی میں ڈال دیتے ہیں بالآخر جھوٹ پر کھڑی کی جانے والی جیت کی فلک بوس عمارت(دولت کے انبار لٹ جانے کے بعد) دھڑام سے نیچے گر جاتی ہے اور اکثر قبضہ سے محروم کر کے جیتنے والے فریق کو بھی ماتم کناں بنا دیا

جاتا ہے اور کبھی ڈگری جاری کرنے یا فیصلہ سنانے میں عرصہ دراز گزار دیئے جاتے ہیں غرضیکہ غیر اسلامی قوانین ایک دھوکہ دہی ہے اور شرعی قوانین سے کھلی جنگ ہے۔

ج۔ غیر اسلامی قوانین کے تحت دیجانے والی سزائیں بے اثر ہیں ان سزاؤں سے ملزمان کے دل و دماغ میں گناہ سے نفرت کے بجائے دوبارہ گناہ کی جسارت پیدا ہوتی ہے کیونکہ غیر اسلامی قانون کے تحت چوری یا فحاشی کے ملزمان کو چند سال قید کی سزا دی جائے یا سزائے موت دی جائے یا مالی تاوان لے کر بری کر دیا جائے تینوں صورتوں میں نہ ملزمان کیلئے عبرت کا پہلو ہے اور نہ ہی معاشرے کے دوسرے افراد کیلئے عبرت کا درس ملتا ہے کیونکہ چند سال قید کی سزا بھگتنے کے بعد جب ملزم کو بری کر دیا جائے تو وہ اپنے آپکو ملزم خیال نہیں کرتا بلکہ ایک عزت دار شخص خیال کرتا ہے جس کو عدالت نے بری کر دیا ہے اسطرح اس میں جذبۂ گناہ پھر سے جنم لیتا ہے اسطرح دوسروں کے دلوں سے بھی گناہ اور جرم کی عظمت گر جاتی ہے۔

اسی طرح جب سزائے موت دی جائے تو بھی اس سزا میں ملزم کے لئے درس عبرت ہے اور نہ ہی معاشرے کے زندہ افراد کے لئے کیونکہ مجرم تو پھانسی کے پھندے پر ایک ہی بار پھندا کسنے سے موت کا لقمہ بن گیا اور اسے دوبارہ دنیا میں رہنے کا موقع نہیں ملا ورنہ اسے لوگوں کی ملامت پر کچھ نہ کچھ ندامت ضرور ہوتی جب اس کی یہ حالت معاشرے کے دیگر افراد دیکھ لیں تو وہ بھی جرم کرنے کو سنگین نہیں سمجھتے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں اسلامی قوانین کے تحت چور یا فحاشی کے مرتکب کو ہاتھ کاٹنے یا کوڑے اور سنگسار کرنے کی سزائیں دی جائیں تو خود ملزمان اور معاشرے کے تمام افراد کے بھی رونگٹے کھڑے ہونے کے علاوہ ہمیشہ کے لئے ایسی غلطی کرنے سے تائب ہو جاتے ہیں کیونکہ ان سزاؤں میں درس عبرت ہے وہ اس طرح کہ جب چور کا ہاتھ چوری کی پاداش میں کٹ جائے تو ہمیشہ یاد رہے گا کہ یہ ہاتھ چوری کرنے پر کٹا ہے اور معاشرے کے جو افراد بھی اس شخص کو دیکھیں گے تو وہ اپنے کان پکڑ کر بے

ساختہ کہنا شروع کرے گا کہ اللہ میری توبہ ایسی غلطی نہیں کروں گا جس کی وجہ سے یہ شخص پورے معاشرے میں رسوا ہوا ہے میں بھی رسوا ہو جاؤں کیا؟

اور جب کوڑے لگائے جائیں یا پتھراؤ کرکے کسی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تو دونوں صورتوں میں سخت عبرت موجود ہے کیونکہ ہر صورت میں اسکو جو تکلیف دی جائے اسکا اثر رفتہ رفتہ اسکو پہنچ رہاہے اور اسے جب تک زندگی کے سانس باقی ہو یہ احساس ہو رہاہو تاہے کہ مجھے یہ سزا اس جرم کی پاداش میں دی جارہی ہے اور اس سزا کا عینی مشاہدہ کرنے والے بھی اس کو اپنے لئے عبرتناک سمجھیں گے اور آئندہ آنے والی نسلوں تک وصیت بھی کرکے جائیں گے کہ ایسی غلطی کبھی نہ کریں کہ جس سے سرعام اس طرح عبرتناک سزادے کر بری طرح رسوا کر دیا جائے۔

ط۔ غیر اسلامی قوانین کے تحت جرائم ثابت ہونے پر رحم کی اپیل کرنا یا سزا میں رڈو بدل کرنا قانونِ عدل کا حصہ ہے۔

یہ نظریہ قانونِ فطرت کے بھی منافی ہے کیونکہ فطری طور پر بھی ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ مجرم کو سزا ہی ملے اور اسے کسی طرح بھی چھٹکارانہ ہو مجرم پر رحم کرنا دراصل اسکو سزا دینے میں ہی حاصل ہے نہ کہ اسکو چھوڑنے میں کیونکہ سزا دینے سے اللہ کی نظر میں بے گناہ بن جاتا ہے اور معاشرے کے لوگوں پر بھی گناہ کرنے پر عدالتی سزا کا خوف طاری رہتاہے اس طرح ایک پاکیزہ اور صالح انسانی معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو تصور گناہ کو بھی ناقابل تلافی جرم سمجھتاہے چہ جائے کہ وہ گناہ کا عملی ثبوت پیش کرکے سزا میں گرفتار ہو کر معاشرے میں بدنام ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی نظر میں مقہور بن جائے۔

بنو مخزوم کی ایک خاتون چوری کے ارتکاب میں عدالت میں پیش ہوئی اسکی قوم کے لوگوں نے زید بن حارثہ کے ذریعے دربار رسالت میں معافی یا سزا میں تخفیف یا رڈوبدل کی اپیل دائر کروائی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے عدل و انصاف کے منافی جان کر مسترد کر دیا اور فرمایا کہ یہ تو مخزومیہ خاتون

ہے اگر محمد ﷺ کی بیٹی بھی چوری کا ارتکاب کرے تو محمد ﷺ اس کو بھی ہاتھ کٹوانے کی عدالتی سزا سے مستثنٰی قرار نہیں دے سکتے۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹا گیا اس طرح عرب معاشرے سے چوری، ڈکیتی، اور رہزنی کی وارداتوں کا خاتمہ ہو گیا۔

ی۔ غیر اسلامی قوانین کے تحت غیر اخلاقی ذرائع کی روک تھام کرنے کے بجائے اخلاق سوز کردار کو فروغ دیا جاتا ہے چنانچہ انسانی حقوق اور ثقافت کے نام سے حیاسوز فلموں کی فوٹو گرافی اور انکی ویڈیو کیسٹ کرنے کو روا سمجھا جاتا ہے جس سے معاشرے میں بے اعتدالی بے غیرتی اور بد معاشی کی فضا عام ہو کر سر عام بڑے سے بڑا جرم کرنے کو برا نہیں سمجھا جاتا یہ غیر اسلامی قوانین کی سوغات ہیں جو ماڈرن اسلام کے نام سے درآمد کئے گئے ہیں ان کے نقصانات سے کوئی بھی باغیرت انسان ناآشنا نہیں ہے مذہبی کسوٹی پر بعد میں پرکھیں پہلے آپ اس کو ایک مہذب انسان کے ماڈل کے طور پر پرکھنا چاہیں تو بھی ان تمام امور کو کبھی بھی ایک باغیرت اور مہذب انسان اپنے اور اپنے معاشرے کے لئے پسند نہیں کرے گا چہ جائے کہ ایک مذہب پرست (خواہ وہ یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو، سکھ ہو پنڈت ہو یا ایک نام نہاد مسلمان) اس کو اپنے لئے قابل تقلید سمجھ کر اپنی زندگی کا حصہ بنالے گا۔

نوٹ! پانچ نکات ضمنی طور پر دوسرے نکات کے تحت تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

ع۔ غیر اسلامی قوانین مخلوق کی پیداوار ہیں اس لئے ناقابل قبول ہیں کیونکہ کائنات کا حقیقی حاکم صرف اللہ ہے لہٰذا کائنات کے چپے چپے میں عملی طور پر اللہ ہی کے مقرر کردہ قوانین کو ہی چلنا چاہیئے جب یہ مملکت ہی اسی کی ہے تو اس کی سرزمین میں کسی اور کی حکومت اور کسی دوسرے کے قوانین کیوں چلیں؟ اللہ ہی اپنی مملکت میں موجود مخلوق کی ضروریات، مسائل، مشکلات، فائدے، نقصانات، امن، خطرات، صلح و جنگ، دوست و دشمن، اپنے بیگانے، زرہ پہاڑ، غمی خوشی، بدحالی و خوشحالی، سردی گرمی، خزاں بہار، بیماری تندرستی، ترقی و پستی، ماضی و مستقبل اور حال سب سے آگاہ ہے سب کا ہمدرد وہی ہے اسی نے اپنے نمائندوں کے ذریعے جو قوانین بھیجے اور مقرر کئے ہیں وہ ان تمام شعبہ جات کی

ترجمانی کرسکتے ہیں قوانین الٰہیہ کے اندر کسی قسم کی خامی قطعاً موجود نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ کے قوانین کے بجائے کسی مخلوق کے من گھڑت ناقص اور ناقابل رفتار قوانین کو نافذ کریں؟

ف۔ غیر اسلامی قوانین کا نفاذ محض خود غرضی اور ہوس پرستی ہے اسی وجہ سے اسکے تحت تمام اخلاق سوز تقاضوں کو روا رکھا گیا ہے جن سے ہوس کے پجاری خوب رنگ رلیاں مناتے ہیں اور اپنی شہوتوں کی خوب تکمیل کرتے ہیں ان چیزوں سے ان لوگوں کو اپنے مقاصد سے واسطہ ہوتا ہے نہ کہ معاشرے کی سدھار اور بگاڑ سے دنیا میں کسی بھی قانون کی خرابی اور ناکامی کی کسوٹی یہی ہوتی ہے کہ اس قانون کا انجام درست ہے یا نقصان دہ ہے؟ اگر انجام درست ہے تو وہ قانون کامیاب ہے اگر انجام نقصان دہ ہے تو وہ قانون ہی ناکام ہے اسکے مقابلے میں اللہ کے قوانین ٹھوس، اٹل، مؤثر معاشرے کی سدھار کا ضامن اور ہر دور کے تقاضوں کا حل اس میں موجود ہے اسلامی قوانین کسی خاص رنگ و نسل کا علمبردار نہیں اور نہ ہی اللہ اور اسکے رسول ﷺ اپنے ذاتی مفادات کے داعی ہیں بلکہ اسلامی قوانین انسانی معاشروں کے عالمگیر نظریات اور عملیات کے ترجمان ہیں ان قوانین کے اہم نکات بہبود انسانیت اخلاقیات کی تکمیل عدل و انصاف کا پھیلاؤ ظلم و ستم کا خاتمہ امن عامہ کا قیام بے حیائی فحاشی عریانی کی روک تھام مظلوموں کی مدد ظالموں کی بیخ کنی کرنا ہے۔

ص۔ غیر اسلامی قوانین کی تشکیل کا اہم مقصد ہی قانون الٰہی کو توڑنا اسکو دنیا میں نافذ نہ ہونے دینا عدل و انصاف کے پھیلاؤ کو روکنا اخلاق کے پہلوؤں کو چھوڑ کر بے حیائی کے کردار کی نشر و اشاعت کرنا ہے۔

ض۔ غیر اسلامی قوانین کی ایک بہت بڑی خامی و ناکامی یہ بھی ہے کہ اسکے تحت لوگوں کو مشتبہ کرکے ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا جاتا ہے بے گناہوں پر بیجا گناہ کے دھبے لگا دیئے جاتے ہیں اور مظالم کے پہاڑ توڑنے کے لئے بذریعہ پولیس محض شبہ کی بنیاد پر گرفتاریاں عمل میں لائی جاتی ہیں اور حوالات میں حبس بے جا میں رکھ کرکے صعوبتوں سے دوچار کیا جاتا ہے اس طرح کا قانون امن عامہ اور عدل و انصاف کے قیام کے عین منافی ہے اس سے بدامنی پھیلتی ہے لوگوں کو ہراساں کرنے سے سکون چھن

جاتا ہے جبکہ اسکے مقابلے میں اسلامی قوانین کے تحت جرم کا مشاہدہ کرنے پر امن عامہ کو تار تار کرنے پر بے حیائی کا عینی مشاہدہ کرنے پر گرفتاری عمل میں لائی جاتی ہے۔

{وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ}

کے تحت ایک شبہ کا ازالہ

غیر اسلامی قوانین کے گرویدہ خود ساختہ نظاموں کے حمایت کاروں کے اسلامی قوانین سے دلچسپی نہ رکھنے والوں اور دین اسلام کے حقائق سے بے بلد بعض نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی قوانین کے تقدس کو پامال کرنے اور ان کو بے قیمت کرنے، اسلام کے اندر شگاف ڈالنے اور مسلمانوں کے اتحاد کو تار تار کرنے کے لئے بغیر سوچے سمجھے اور تحقیق کئے بغیر انسانی وضع کے غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کی حمایت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی (درج بالا آیت کی تفسیر کے ایک رخ کے حوالے سے) ایک ناکام، بے بنیاد اور ناقابل تسلیم دعوی باندھا ہے کہ سیدنا ابن عباس نے (الحکم بما انزل اللہ) کے منافی غیر اسلامی قوانین کے نفاذ کو اسلام سے خارج کر دینے والا کفر قرار نہیں دیا ہے جس کو انہوں نے (کفر دون کفر مخرج عن ملۃ الاسلام) سے تعبیر کیا ہے۔ حوالہ تفسیر ابن جریر طبری 10/347/348

اس باطل دعوی کے مسترد ہوئے اور مدعائے الٰہی کے منافی ہونے کو کئی اعتبار سے خوب سمجھا جاسکتا ہے۔

الف۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا یہ رخ مجمل ہے جو کہ تفصیل طلب ہے لہٰذا تفصیل کو جاننے کے لئے تخصیص العموم بالتفسیر المطلق یا تاویل المشترک سے گزارے بغیر اس پر سو فیصد عمل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس تفسیر پر بے شمار سوالات امڈ آتے ہیں وہ یہ کہ:۔

☆ آیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (کفر دون کفر) عمومی سطح پر کہا ہے جسکے تحت ہر شخص اور ہر منفی پہلو آسکتا ہے۔

☆ یا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (کفر دون کفر) خصوصی سطح پر کہا ہے جس کے تحت صرف وہی لوگ آسکتے ہیں جو اللہ کی شریعت کو کلی یا جزوی طور پر بدلنے یا اللہ کی شریعت پر کلی یا جزوی طور پر رکھی انسانی وضع کے قوانین کو فوقیت دینے یا اللہ کی شریعت کو کلی یا جزوی طور پر مسترد کرکے غیر اسلامی شریعت کو اپنانے کے مرتکب ہوئے ہیں؟

☆ یا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (کفر دون کفر) صرف ان لوگوں کے بارے میں کہا ہے جو اللہ کی شریعت سے اپنے نزاعات کو نہیں مٹاتے بلکہ انسانی وضع کے قوانین سے رجوع کرتے ہیں۔

درج بالا سوالات کا کوئی بھی شافی جواب نہیں ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کارخ مجمل ہے اور مجمل ناقابل عمل اور ناقابل التفات ہے اور خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب سے کسی قسم کی وضاحت نہیں ہے۔

ب۔ کیا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی قوانین کے مقابلے میں غیر اسلامی قوانین موجود تھے۔ جن کے نفاذ پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (کفر دون کفر) کہہ کر ان قوانین اور انکے نفاذ میں شریک حکمرانوں کو (غیر خارج عن ملۃ الاسلام) کہہ کر اس عنوان میں لچک پیدا کردیا ہو؟

اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور سے لے کر انکی وفات تک کوئی بھی ایسا نظام حکومت مرتب نہیں تھا جو شریعت اللہ کے مقابلے میں گھڑا گیا تھا جس کو اپنانے والوں کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ بطور نشان دہی کہے ہوں؟

ہاں نزول قرآن کے زمانے میں علماء یہود و نصاری کے (تورات و انجیل کے منافی) فیصلوں کو (الحکم بما انزل اللہ) کے منافی قرار دے کر اللہ نے یہ آیات اتاری ہیں جن سے تو صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ آسمانی تعلیمات (خواہ وہ تورات میں ہوں یا انجیل میں ہوں یا قرآن و حدیث میں ہوں) انکے برخلاف کسی بھی رد عمل کو اللہ تعالیٰ نے (الحکم بما انزل اللہ) کے منافی قرار دیا ہے جس کے تحت

تمام غیر اسلامی نظریات قوانین و ضوابط آتے ہیں جن کا جواز آسمانی تعلیمات سے ثابت نہ ہو اس سے بھی (کفر دون کفر) ثابت نہیں ہوتا لہٰذا دنیا میں اس وقت رائج العمل امریکن و برٹش لاء اور جمہوری قوانین سب کے سب (الحکم بما انزل اللہ) کے خلاف ہیں۔

لیکن باقاعدہ طور پر ایک منظم غیر اسلامی قوانین کا آغاز تو سقوط بغداد کے بعد تاتاریوں کے حاکم اوّل چنگیز خان نے وضع کیا ہے جو یہودیت عیسائیت جمہوریت اور اسلامیات سب کا مجموعہ تھا ان قوانین کو تاتاریوں نے اپنے دور حکومت میں اپنے عوام اور رعایا میں رائج کیا تھا۔ جن کے کافرانہ قوانین ہونے پر اجماع موجود ہے۔

ج۔ حافظ ابن کثیر اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ کے اقوال کی روشنی میں غیر اسلامی قوانین (خواہ جزوی ہوں یا کلی ہوں) کے کافرانہ قوانین ہونے پر اجماع الامت ثابت کیا گیا ہے تو پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا (الحکم بما انزل اللہ) کے منافی کردار کو کفر دون کفر کہنے کا سوال کہاں رہا؟

(الحکم بما انزل اللہ) کے منافی پہلو پر چلنے والوں کی دو اقسام

پہلی قسم کے لوگوں کو خالصتاً کافر اور مرتد کہا جائے گا جنہوں نے جان بوجھ کر اسلام کی حقانیت سے انکار کیا یا کتاب و سنت کے احکامات میں سے کسی بھی حکم کو قبول کرنے سے انکار کیا یا کسی بھی قرآنی آیت اور رسول کی حدیث سے منہ موڑا یا اسلام کے ممنوعات میں سے کسی بھی ممنوع عمل کو کرنا روا جانا اس قسم کے لوگوں کو منکرین، معاندین، متکبرین اور مستحلین کے ناموں سے بھی جانا جاتا ہے یہ لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے خواہ مذہباً مسلم ہوں یا غیر مسلم اور یہی لوگ ہی (ومن لم یحکم بما انزل اللہ) کی مصداق، تفسیر اور اصل مفہوم ہے اسی مفہوم پر اہلسنت والجماعت کے جمہور علماء کا اجماع ہے۔

دوسری قسم کے لوگوں کو عاصی، فاسق، فاجر، اور مرتکب کبائر کہا جائے گا جنہوں نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد کتاب وسنت کی صداقت کو تسلیم کیا[1] ۔ لیکن نفس امارہ کے تابع ہو کر احکام اسلام کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے گناہ بھی کرتے رہے جو ان کبائر کو کرنا اپنے لئے روا نہیں جانتے تھے تو ایسے لوگ تمام علماء اہلسنت کے بقول (بالاتفاق) مسلمان ہیں جو اللہ رب العزت کی مشیت کے تحت قابل معافی یا عذاب یافتہ ہو کر جنت کے مستحق ٹھہریں گے خواہ ایسے لوگ حکمران ہوں یا عوام ۔ اگرچہ بعض علماء کے نزدیک یہ لوگ بھی ابدی جہنمی ہیں ان کے نزدیک ان لوگوں کی توبہ بھی قابل قبول نہیں ہے یہ لوگ اپنے عندیہ کی دلیل قرآن کی اس { وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ } آیت سے لیتے ہیں انکے نزدیک کافر مشرک

1۔ اور اسلامی قوانین میں سے کسی قانونی دفعہ کا انکار نہیں کیا۔

فاسق فاجر مرتکب کبائر میں کوئی فرق نہیں ہے ان لوگوں کے نزدیک ظالم جابر حکمران یا قاضی، تمام ارباب اقتدار اور کبائر کے مرتکب (عام پبلک) میں بھی (انجام کے اعتبار سے) کوئی فرق نہیں ہے ان انتہا پسند لوگوں کو تاریخ اسلام میں خوارج کے نام سے جانا جاتا ہے یہ گروہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر چکے تھے انکا وجود اسی دور سے چلا ہے تاہم اب بھی ایسے انتہا پسند لوگوں کا وجود ختم نہیں

[1] امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے بھی کتاب الایمان کے تحت (کفر دون کفر) سے عنوان قائم کر کے ثابت کیا ہے کہ خوارج کا نظریہ باطل ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اس عنوان کو قرآنی آیت (وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الخ) سے ثابت کیا ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کا تذکرہ کیا ہے جنگ و قتال کے الفاظ صراحتاً استعمال کر کے اس گناہ میں ملوث لوگوں کو مومن بھی کہا ہے جبکہ (المسلم فسوق و قتاله كفر) کے تحت اسکی نفی ہوتی ہے چنانچہ امام بخاری نے اس عنوان میں کتاب اللہ کے حکم کی حدیث سے تخصیص نہیں کی ہے اس لئے کہ قتل ایک گناہ کبیرہ ہے جو ایک مسلمان کے لائق نہیں ہے مگر بلوائی سطح پر یا انتقامی سطح پر دو مسلمانوں میں قتل کی نوبت آجائے جبکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنا اپنے لئے حلال نہ سمجھتے ہوں تو ایسا قتل مخرج عن الملۃ نہیں ہے اور (سباب المسلم فسوق و قتاله كفر) میں قتل نفس کو کفر اس وقت ٹھہرایا گیا ہے جب قاتل اپنے مقتول کے قتل کو اپنے لئے حلال جانتا ہو تو اس صورت میں یہ قتل واقعی کفر کا کردار ہے لہٰذا خوارج کے نظریہ کا مسترد ہونا اور ناقابل قبول ہونا واضح ہوا کیونکہ خوارج کے نزدیک ہر قسم کا قتل (خواہ عمداً ہو خطاً ہو استحلالاً ہو بلوائی طور پر ہو یا (انفرادی عمل سے ہو) صریح کفر ہے اور مخرج عن الملۃ ہے۔

ہوا اسی قسم کے لوگوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام سے متنفر کرنے اور اسلام کو انتہا پسند دین قرار دینے میں کافی مدد ملی ہے انکا نظریہ جمہور علماء اہلسنت کے خلاف ہے اس لئے بالاتفاق علماء تحقیق اس نظریے کو مسترد کیا گیا ہے کیونکہ قرآن کی بیشمار آیات اور احادیث رسول اس نظریے کے ناقابل تسلیم ہونے کو ثابت کرتی ہیں اور علماء اہلسنت کے نزدیک اس بات پر اجماع ہے کہ (کفر دون کفر) مرتکب کبائر فاسق فاجر انسانوں کے بارے میں ہی کہا گیا ہے جو ان گناہوں کو کرنے کی بنیاد پر اسلام سے خارج نہیں سمجھے جاتے کیونکہ جو بھی گناہ ان سے سرزد ہوا ہو اسکی بنیاد سستی، غفلت، کاہلی اور نادانی تھی نہ کہ ان گناہوں کے کرنے کی بنیاد دین سے بغاوت اسلام سے تجاوز مذہب سے محاذ آرائی یا ان گناہوں کو اپنے لئے کرنا حلال اور روا جاننا تھا۔

اور یہاں پر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جو حکام اور ارباب اقتدار اکثر قوانین اسلامی نظام کے مطابق چلا رہے ہوں لیکن بعض امور مملکت میں غیر اسلامی طرز قانون سے استفادہ بھی کرتے ہوں اور وہ اپنی اس تقصیر، کوتاہی اور طرز عمل کے معترف اور اس پر نادم بھی ہوں تو ایسے حکمران بھی (کفر دون کفر) کے تحت عاصی فاسق، فاجر، ہیں نہ کہ خارج عن الملۃ ہیں۔

کیونکہ نظریہ خوارج پر سرگرم عمل اباضیہ گروہ کے بعض قائدین کا ایک معروف معتمد تابعی بھی (جو ابو مجلز کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہیں) سے ہونے والے سوال و جواب یا علمی و نظریاتی مناقشے میں درج بالا عنوان {وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ، الظالمون، الفاسقون} پر خوب تکرار ہونے پر ابو مجلز نے اپنے دور کے بعض غیر اسلامی قوانین سے استفادہ کرنے والوں کو (کفر دون کفر) کے زمرے سے شمار کیا نہ کہ کفر مخرج عن الملۃ سے۔ (حوالہ تفسیر ابن جریر طبری 10/347/348)

جبکہ اباضیہ کے سرگرم قائدین کا اسی عنون پر زور تھا کہ ایسے حکام و قضاۃ (یعنی سول، فوجی، پولیس آفیسرز اور جج) اور اربابِ اقتدار بھی ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔ ابو مجلز نے وضاحت کے لئے یہ بھی

بتایا تھا کہ یہ حکمران ملت اسلامیہ سے کس طرح خارج ہوسکتے ہیں جبکہ انکی اکثر حکمرانی بلکہ بنیادی طور پر انکی طرز حکومت اسلامی ہے، انکی دعوت اسلامی ہے، انکے بودوباش اسلامی ہے، انکی دوستی دشمنی اسلامی ہے تو صرف انکے کسی کبائر کے ارتکاب سے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوسکتے۔ جس کبائر کا ارتکاب محض سستی وغفلت سے عمل میں آیا ہو نہ کہ اس کو اسلام سے محاذ آرائی یا اس گناہ کو حلال جانتے ہوئے کیا ہو۔

لہٰذا کوئی بھی اسلام پسند صاحب انصاف (خوارج کے انتہا پسندانہ نظریہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی انکی تفسیر کے جزوی رُخ سے) جادۂ حق سے انحراف نہ کرے ان دونوں پر سیر حاصل بحث ہوچکی ہے۔[1]

1۔ محمد قطب اپنی کتاب ''کیف ندعوا الناس'' میں ''کفر دون کفر'' کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول: ''کفر دون کفر'' (کہ یہ کفر تو ہے مگر وہ کفر نہیں جس سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی رو سے ہمارے ان نظاموں کا حکم بدستور کفر و شرک ہی ہے یا کہیں نرمی کی گنجائش ہے!؟

جس چیز کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ کفر دون کفر ہے (یعنی کفر تو ہے مگر وہ کفر نہیں جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے) وہ قانون سازی کا عمل نہیں وہ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر کوئی اور قانون چلانا نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد

---

[1] اب ظاہر ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کو سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بہت اچھی طرح علم تھا جس کا ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ مگر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ کے اس قول کی بنا پر دیکھ لیجئے کوئی بھی اشکال نہ ہوا! کیونکہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنے علم و فقہ کی بدولت ان دو باتوں کا علمی فرق جانتے ہیں: ایک یہ کہ کسی ایک خاص مقدمے میں ما انزل اللہ کے برخلاف فیصلہ کر دینا اور دوسرا یہ کہ ما انزل اللہ کے برخلاف ایک باقاعدہ قانون چلانا۔ (ناشر) (سہ ماہی ایقاظ۔ اپریل تا جون:2003ء)

بالکل کچھ اور ہے اور وہ یہ کہ کوئی قاضی یا حاکم صرف کسی ایک خاص مقدمے میں شریعت کے خلاف فیصلہ صادر کر دیتا ہے، چاہے وہ جہالت سے ایسا کرے، یا کسی تاویل کی وجہ سے، یا کسی مفاد کی ترغیب میں آکر، یا رشوت لے کر یا ہوائے نفس کی بنا پر تو ایسا شخص کفر کا ارتکاب تو کرتا ہے مگر اس کفر کا ارتکاب نہیں جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دے۔ ایسا شخص تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد ہی نہیں جو اپنے اس خلاف شریعت فیصلے کو ملک کے طول و عرض میں ایک جگہ عام اور ایک واجب الاتباع قانون کا درجہ بھی دے دے۔

ایک ایسا قاضی یا جج جس کے پاس ایک رنگے ہاتھوں شراب پیتے شخص کو پکڑ کر لایا گیا ہو، اس کا جرم ثابت ہوتا ہو، منہ سے شراب کی بدبو آرہی ہو مگر پھر بھی وہ اس پر حد نہیں لگاتا کیونکہ وہ اس کے اہل خانہ سے رشوت کھائے بیٹھا ہے، اور اس وجہ سے وہ اس کیس میں کوئی باریکیاں اور نکتے نکال کر بیٹھ جاتا ہے اور یوں کوئی نہ کوئی حجت کر کے مجرم پر شریعت کا حکم لاگو کرنے سے راہِ فرار اختیار کر جاتا ہے تو وہ ایک فاسق قاضی تو ہوگا مگر وہ اس فسق کی بنا پر کافر نہیں ہوگا... ہاں البتہ جس دن وہ یہ کہنے لگے کہ شراب پینا کوئی جرم نہیں یا یہ کہ جرم تو ہے مگر اس پر یہ کوڑوں کی حد نہیں لگے گی بلکہ اسے کوئی اور سزا دی جائے گی تو تب وہ شخص کافر ہی کہلائے گا اور اس کا کفر بھی وہ ہوگا جو اسے ملت اسلامیہ سے خارج کر دے۔ کیونکہ اس نے اس فیصلے کی رو سے ایک حکم عام اور ایک قانون صادر کیا ہے جو کہ شریعت سے براہ راست متصادم ہے۔ ایسے شخص کے کافر ہونے پر سب کے سب فقہا کا اتفاق ہے۔

جب تاتاریوں نے یاسق (توشہ ءچنگیزی) کو قانون کے طور پر چلایا اور (یاسق (توشہ ءچنگیزی) جس کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> "یاسق (توشہ ءچنگیزی) کچھ احکام اور قوانین کا مجموعہ ہے۔ اس کے کچھ احکام و قوانین قرآن سے ماخوذ ہیں، کچھ انجیل سے، کچھ تورات سے اور کچھ ایسے ہیں جو چنگیز خان نے خود وضع کئے"۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

کیا یہ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے اور قانون دینے والا کوئی نہیں ہے۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت کے تحت امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا انکار فرماتا ہے جو اللہ کے حکم و قانون سے خروج کرے جبکہ اللہ کا حکم و قانون خیر ہی خیر ہے اور ہر برائی کا خاتمہ کرتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا انکار فرماتا ہے جو اللہ کے حکم و قانون کو چھوڑ کر ان دوسری آراء و اصطلاحات کو اپناتا ہے جو انسانوں نے آپس میں اپنے لئے مقرر ٹھہرالی ہیں اور جن پر اللہ کی شریعت سے کوئی سند نہیں، جیسا کہ اہل جاہلیت بھی اپنی گمراہیوں اور جہالتوں کو بنیاد بنا کر اپنا قانون چلاتے تھے اور جن کا مصدر ان کی اپنی ہی اہواء و آراء ہوتی تھیں، اور جیسا کہ یہ تاتاری اپنے شاہی قوانین و فرامین چلاتے ہیں اور جنکا ماخذ ان کے بادشاہ چنگیز خان کا وضع کیا ہوا یاسق (توشہ ء چنگیزی) ہے اور جو کہ مختلف قانونی احکام کا مجموعہ ہے جو مختلف شریعتوں سے لئے گئے ہیں جن میں یہودیت، نصرانیت اور اسلام اور دوسری شریعتیں سب آتی ہیں... اور یوں یہ یاسق (توشہ ءچنگیزی) اس کی اولاد میں ایک قانون اور دستور کا درجہ پا چکا ہے اور اسے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو لاگو کرنے پر مقدم رکھتے ہیں... سو جو شخص ایسا کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس سے قتال واجب ہے تا آنکہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے قانون کی جانب پھر نہ آئے اور تا آنکہ وہ ہر چھوٹے اور بڑے معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ کے قانون کے مطابق فیصلے نہ کرنے لگے۔

بعض مسلمانوں نے سلفی نظریات کے حامیوں کو بدنام کرنے کے لئے انکے مرتکب کبائر غیر خارج عن الملۃ (یعنی ملت اسلامیہ سے خارج ہونے) کے نظریہ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے عام لوگوں

کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے کہا ہے کہ سلفی لوگ گناہوں کو فروغ دینے کی خاطر نظریہ خوارج کی تائید کر رہے ہیں۔

حالانکہ ان لوگوں نے سلفیوں اور خوارج کے بنیادی اختلاف کو سمجھا ہی نہیں اگر سمجھا ہوتا تو یہ الزام کبھی نہ تھوپتے سنیئے! خوارج ہر مرتکب گناہِ کبیرہ کو ملت اسلامیہ سے خارج سمجھتے ہیں جنہوں نے کبیرہ کا ارتکاب سہواً کیا ہو یا استحلالاً کیا ہو یا اسلام سے بغاوت کرتے ہوئے کیا ہو جبکہ اہل سنت سلفی نظریات کے حامیوں کا کہنا یہ ہے کہ سہواً، نسیاناً، غفلتاً یا خطأً کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتے ہیں تاوقتیکہ اس کبیرہ کو استحلالاً (یعنی اس گناہ کو اپنے لئے جائز یا ماحول کے لئے اس غیر اسلامی قانون کو مناسب، مفید، فائدہ مند تصور کرتے ہیں) نہ کیا ہو۔

لہٰذا جس نے بھی سلفیوں اور اہلسنت والجماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے وہ حقیقت میں علم سے بے بلد اجتہاد کی دولت اور نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے ہے ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وجہ سے مفتی اور قاضی کے لئے فتویٰ دینے اور فیصلے کرنے کے لئے کڑی شرائط مقرر کی ہیں تاکہ انکے فتنوں اور فیصلوں کی وجہ سے معاشرے میں بے رہروی، ناانصافی، بدامنی خوف وہراس بد چلنی بد اخلاقی نااتفاقی ظلم وزیادتی عمل میں نہ آئے۔

چنانچہ ابن قیم جوزی نے مفتی اور قاضی کے لئے فہم و فراست کے دو اعلیٰ معیار کا حامل ہونا ضروری قرار دیا ہے اعلام الموقعین 1/87/88

نمبر 1۔ مفتی، قاضی، جج اور مجسٹریٹ کو پیش آمدہ مسئلہ یا مقدمے کی اصل شرعی حقیقت اور نوعیت سے آگاہ ہونا چاہیئے اور اسکی حقیقت کو جاننے کے لئے تمام ضروری اور متعلقہ وسائل یعنی (عمیق استنباط، قرائن، شواہد اور علامات) کو بروئے کار لانا چاہیئے تاکہ حقیقت الحال سے مکمل آگاہ ہو کر فیصلہ صادر کرنے میں کسی قسم کی لغزش، ناانصافی (جانبداری کی بدگمانی) پشیمانی اور غلط فیصلہ کرنے کی نوبت نہ آئے۔

نمبر2۔ مفتی، قاضی، جج اور مجسٹریٹ کو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ پیش آمدہ کیس، مقدمے یا مسئلہ کے تحت اللہ اور اس کے رسول نے کتاب و سنت میں کیسا فیصلہ یا حکم سنایا ہے ابن قیم رحمہ اللہ علیہ کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب مجموع الفتاوی 28/510 میں ان شرائط کا تذکرہ کیا ہے اور تاکیداً فرمایا ہے کہ تمام علماء اسلام، مفتیان دین، قاضیان عدالت، اور عدلیہ کے ججوں کو ان شرائط کی پابندی کرنی چاہیئے تاکہ صحیح طور پر شرعی فیصلہ صادر ہوسکے ورنہ مذہب اور دین کے خلاف کوئی تہلکہ خیز دھماکہ ہو سکتا ہے۔

اور کبھی بھی کوئی فیصلہ یا فتوی سابق سلفی فتاوی اور فیصلوں کی بنیاد پر نہ کرے تاوقتیکہ ان فتاوی اور فیصلوں کی اصل حقیقت، حکمت اور اسباب سے آگاہ نہ ہوجائے جنکی بنیاد پر وہ فتاوی اور فیصلے عمل میں آئے ہوں۔

جب مفتی عالم، اور قاضی مقررہ اصولوں اور ضوابط کے مطابق شرعی فیصلے یا فتاوی صادر کرنے کی کوشش کریں تو ایسے فتاوی اور فیصلے سلفی فتاوی اور سلفی فیصلے کہلائیں گے ورنہ نہیں حتی کہ سلف صالحین میں سے کسی سے کوئی قول یا فتوی یا کوئی اثر منقول ہی کیوں نہ ہو۔

{الحکم بما انزل اللہ} کے تحت شبہات کا ازالہ کافی حد تک ہوچکا ہے تاہم مزید وضاحت کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء الأصول کے زریں اقوال کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اپنے اقوال کے تحت فرمایا ہے کہ آیت {وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ} کے تحت عموم لفظ کا اعتبار ہے نہ کہ خصوص سبب نزول کا۔ (مقدمہ فی اصول التفسیر ضمن مجموع الفتاوی 13/338/339)

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آیت مذکورہ کا سبب نزول اہل کتاب کے علماء سوء ہیں (جنہوں نے شریعت الٰہیہ میں اپنی مرضی کے خود ساختہ قوانین کو دخیل بنایا تھا) البتہ اس آیت کی وعید کے تحت

اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے تمام حکام قضاۃ مفتیان جج علماء اور مجسٹریٹ شامل ہیں جو اپنے اپنے دور میں اپنے معاشروں کے اندر خود ساختہ قوانین کو شریعت پر فوقیت دیتے ہیں۔

اسی عنوان کی تائید میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری 13/120 میں فرماتے ہیں کہ کسی بھی دور میں جس نے بھی یہود و نصاری کے اس مذموم کردار کو اپنایا اور دین الٰہی میں خود ساختہ قوانین کو داخل کر دیا اور اسے ایک باقاعدہ شرعی حکم کے طور پر نافذ العمل قرار دیا تو ایسے لوگ بھی اس وعید میں یعنی { وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ } میں شامل ہیں خواہ حکمران ہوں یا عوام۔

اسلامی شریعت کے منافی چلنے والا حاکم، قاضی، جج، یا مجسٹریٹ کب اسلام سے خارج نہیں ہوتا؟

ضمنی طور پر یہ عنوان سابقہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے اس لئے دوبارہ تفصیل سے بحث کرنا وقت کا ضیاع ہے الغرض تین ضروری نکات کسی حاکم، قاضی، جج، یا مجسٹریٹ میں موجود ہوں تو جزوی طور پر کسی وقت مجبور ہو کر یا تساہل اور انجانے سے اسلامی قوانین سے ہٹ کر فیصلے کرنا اسے دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

ضروری نکات یا شروط درج ذیل ہیں۔

نمبر 1۔ اگر جج، حاکم، یا مجسٹریٹ اسلامی شریعت کی صداقت کو مانتا ہو اور اسکا عمل اسکے فیصلے اسکے فتوے عام طور پر اسلام کے مطابق ہو۔

تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ النبویہ 3/22 میں فرمایا ہے کہ اگر ایسا حاکم، جج، یا مجسٹریٹ کبھی کبھی ہوس پرستی کا شکار ہو کر غیر اسلامی فیصلے یا فتوے صادر کرے تو وہ فاسق، فاجر، عاصی ہے نہ کہ کافر۔

نمبر 2۔ اگر جج، حاکم، قاضی، یا مجسٹریٹ غیر اسلامی فیصلے یا فتوے دینا گناہ، معصیت اور اللہ و رسول کی نافرمانی سمجھتا ہو لیکن کسی وقت مجبوری حالات سے وہ فیصلے یا فتوے صادر کرے۔

اسی نکتے کی تشریح کرتے ہوئے مشہور تابعی ابو مجلز نے فرمایا ہے کہ اگر جج، حاکم، قاضی، یا مجسٹریٹ نے شریعت اسلامیہ میں سے کسی جز کو چھوڑ دیا تو یہ لوگ عاصی، گناہ گار اور نافرمان جانے جائیں گے نہ کہ کافر۔

شیخ محمد بن ابراہیم آلِ شیخ رحمہ اللہ علیہ نے بھی ایسے لوگوں کو نافرمان، عاصی قرار دیتے ہوئے کفر دون کفر کی تائید کی ہے۔

نمبر 3۔ اگر جج، قاضی، حاکم یا مجسٹریٹ اپنا غیر شرعی فیصلہ یا فتوی اپنے ذاتی مفادات کے تحت دے یا دوستی کی لاج رکھتے ہوئے دے یا رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے دے یا رشوت لے کر دے یا غلط سفارش اور اہم اپیل پر دے بشرطیکہ قاضی، جج، یا مجسٹریٹ اس فتوے اور فیصلے کو شرعی فیصلہ نہ سمجھتا ہو بلکہ اسے اپنی غلطی اور قصور سمجھتا ہو تو وہ اس غلط فتوے یا فیصلے کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہو گا۔

اس تیسرے نکتے کو علماء اسلام نے وقائع الاعیان سے تعبیر کیا ہے یعنی اسکے تحت ہونے والے فیصلے اور فتوے مستثنیٰ اور معین فیصلے ہوتے ہیں جو بوقت مجبوری عام قوانین اسلامی سے ہٹ کر دئے جائیں ایسے فیصلے ہمیشہ قابل نہیں ہوا کرتے اس طرح فیصلے کرنے اور فتوے دینے والے حاکم، جج، یا مجسٹریٹ کو اسلام سے خارج نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے عاصی، فاجر، مرتکب کبائر اور فاسق کہا جائیگا وہ اگر اس سے توبہ کر لے تو اللہ اسے معاف کرے گا اور اگر کوئی جج، اور قاضی کسی وقت غلط فیصلہ یا فتوی صادر کر کے اسے شرعی فیصلہ یا فتوی قرار دے اور اسے جرم، گناہ، معصیت، فسق وفجور اور نافرمانی تصور نہ کرے اور اسے اس پر ندامت بھی نہ ہو بلکہ وہ اس پر اڑ جائے تو وہ خارج عن الاسلام (یعنی اسلام سے خارج) سمجھا جائے گا کیونکہ اس نے عام قوانین اسلامی سے ٹکر لیکر ایسا اقدام کیا ہے۔

مثال کے طور پر جج یا مجسٹریٹ صاحب نے چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا سنانے کے بجائے عمر قید کی سزا سنائی یا تاوان کی سزا سنائی یا منہ کالا کرنے کی سزا سنائی اور اسے شرعی فیصلہ قرار دیا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اسی طرح جج یا مجسٹریٹ زانی کو کوڑے لگوانے یا سنگسار کرنے کی سزا سنانے کے بجائے مالی تاوان یا دیگر طریقے سے جسمانی تکلیف دینے یا رسوا کرنے کا کوئی طریقہ اختیار کر لے اور وہ اس فیصلے کو شرعی فیصلہ تصور کر کے اس پر ڈٹ جائے تو وہ بھی دائرئہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ اس نے اس غلط فیصلے کو ایک غلطی کے طور پر صادر نہیں کیا بلکہ اس غلطی کو اس نے شرعی فیصلہ ہی تصور کیا ہے۔

کسی قانون، حدود اور سزا کو اپنی جانب سے بدلنے کا اختیار کسی بھی جج، مجسٹریٹ اور حاکم کو حاصل نہیں ہے یہ اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول کو ہے جس جرم کی جو سزا شریعت اسلامیہ میں مذکور ہو وہی سزا دیجانی چاہیئے نہ کہ اسکو اپنی طرف سے بدل کر دوسری سزا دے ہاں اسی سزا کو کم یا زیادہ کرنا حاکم کے اختیار میں ہے لیکن سرے سے بدل دینا اسکے اختیار میں قطعاً نہیں ہے۔

مثال کے طور پر ایک شرابی کو حاکم اپنی مصلحت کے مطابق تعزیر کے طور پر دس کوڑے لگائے بیس کوڑے لگائے چالیس کوڑے لگائے یا اس سے زیادہ لیکن کوڑے کے بجائے دوسری سزا دینا دین کی حدود میں تحریف اور ردّو بدل کرنا ہے کیونکہ یہود کے علماء دین الٰہی کے حدود میں اپنی مرضی کے قوانین کو الٰہی قوانین کی حیثیت سے نافذ کر رہے تھے جو وہ اپنا جرم یا قصور خیال نہیں کرتے تھے بلکہ اسے شرعی فیصلہ قرار دیتے تھے یہ راز اس وقت کھلا جب ایک زنا کا کیس خود ہمارے نبی کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا یہ کیس ایک یہودی کا تھا اللہ کے رسول نے فرمایا آؤ میں تورات کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں چنانچہ تورات منگوائی گئی اور شادی شدہ زانی کی سزا تورات میں سنگسار ہی تھی اس سزا والی آیت کو علماء یہود چھپانے کی کوشش کر رہے تھے اور بول رہے تھے کہ تورات میں زانی کی سزا سنگسار نہیں ہے بلکہ منہ کالا کرنا ہے۔

چنانچہ علماء یہود کی جان بوجھ کر دین الٰہی میں تحریف کرنے کے عمل کو سنگین جرم قرار دے کر اللہ رب العزت نے پے در پے کئی آیات نازل کیں ہر آیت کے آخر میں انکے اس برے کردار کی قلعی کھول کر فیصلہ سنایا کہ یہ لوگ جو اللہ کے دین میں اور اللہ کے قانون میں اپنی مرضی چلا رہے ہیں اور اپنی من مانی کو فروغ دے رہے یں یہ لوگ {هُمُ الْكٰفِرُوْنَ} {هُمُ الظّٰلِمُوْنَ} {هُمُ الْفَاسِقُوْنَ} یعنی بڑے کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔

ایسا جرم یا ایسی تحریف کا عمل کسی سے بھی سرزد ہو خواہ وہ مسلم ہو یا یہودی ہو یا نصرانی ہو یا کوئی اور اس فرمان الٰہی کے تحت کافر، ظالم اور فاسق ہی کہلائے گا جو دین اسلام سے خارج ہے ہاں وہ جج، مجسٹریٹ یا حاکم جو اس طرح کار دوبدل کرنے کے عمل کو اپنی غلطی سمجھ لے اور قصور خیال کرے نہ کہ اسے شرعی فیصلہ تصور کرے تو ایسا جج اور مجسٹریٹ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

اسی ضمن میں علماء اسلام نے ہلاکو اور چنگیز خان کے بنائے ہوئے قوانین حکومت کو اپنانے والوں کو خارج عن الاسلام قرار دیا ہے جو وہ سراسر اسلامی نظام کے خلاف تشکیل دے چکے تھے اور لوگوں پر اسکی تابعداری کو لازم قرار دے دیا تھا حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بارے میں اپنا خیال اجاگر کیا ہے جو پہلے بھی ذکر ہو گیا ہے اور ابن تیمیہ کے اقوال بھی بیان ہو چکے ہیں۔

رواں عنوان کے حوالے سے شیخ محمد بن صالح العثیمین کی دو آراء ہیں۔

رائے نمبر 1۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو حاکم، قاضی، جج، مجسٹریٹ اسلامی قوانین کو خاطر میں نہ لائے اسکی حیثیت کو ہی گھٹا دے اور اسے معاشرے میں قیام امن کے لئے قابل رفتار نہ سمجھے بلکہ اسکے مقابلے میں غیر اسلامی خود ساختہ قوانین کو حیثیت دے اسکا احترام کرے ار اسے نافذ کرے اور اس پر اصرار کرے تو ایسا جج، حاکم، یا مجسٹریٹ دین اسلام سے خارج ہے۔

رائے نمبر 2۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو حاکم، قاضی، جج، مجسٹریٹ اسلامی قوانین کو قابل احترام جانے اسکے نفاذ کو بہترین سمجھے اور اسکی حیثیت کو تسلیم کرے لیکن کسی بھی دنیاوی غرض سے اسلامی حکم کے

منافی فیصلہ صادر کرے اور اس فیصلے کو وہ اپنی غلطی تصور کرے تو ایسا حاکم، یا مجسٹریٹ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

شیخ موصوف نے اس بات کی وضاحت سوالات کے جوابات دیتے ہوئے کی ہے جسے آپ قارئین المجموع الثمین 1/36/38 میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

شیخ مرحوم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس قاضی، حاکم، جج، مجسٹریٹ کا اپنے کسی غلط فیصلے پر اعتراف عمل میں آنے کے بعد کسی اور فیصلے میں دوبارہ غلطی کرنا سخت جرم ہے اسے آئندہ کے لئے اس غلطی سے باز رہنا چاہیئے اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اسکے بارے میں یہی سمجھا جائیگا کہ اس نے دین اسلام کے قوانین کے بجائے غیر اسلامی قوانین کو ہی قابل نفاذ سمجھا ہے کیونکہ اگر اس نے ایسا نہیں سمجھا تو کونسی چیز رکاوٹ ہے جو اسے آئندہ کی زندگی میں ایسے غلط فیصلے کرنے سے روک رہی ہے؟

شیخ مرحوم کا یہ قول بھی ہے کہ جو حاکم، قاضی، جج، یا مجسٹریٹ خود ساختہ غیر اسلامی قوانین و حدود کے نفاذ پر ڈٹا ہوا ہو تو اسکا دعوائے ایمان باللہ فضول ہے یہ تو ایمان کی کھلی نفی ہے کیونکہ اللہ تعالی اس بارے میں سورۂ نساء آیت نمبر 60 میں فرماتے ہیں اے محمد ﷺ کیا آپ کو ان نام نہاد مسلمانوں کے بارے میں علم نہیں؟ جنکا دعوی ہے کہ وہ سابقہ شریعت اور آپ کی شریعت دونوں پر یقین رکھتے ہیں لیکن ان کے ارادے اور عزائم خطرناک ہیں جو طاغوت یعنی غیر اسلامی نظاموں سے رجوع کر کے اپنے نزاعات میں فیصلے چاہتے ہیں حالانکہ ایمان لانے کے بعد اس طاغوت سے رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے آیت مذکورہ کے حوالے سے شیخ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی حاکم، قاضی، جج، مجسٹریٹ اسلامی نظام حکومت کو چھوڑ کر غیر اسلامی قوانین کی طرف رجوع کر کے فیصلے دے تو اسکے کسی بھی دعوائے ایمان یا عذر کو قابل قبول نہیں سمجھا جاسکتا تاوقتیکہ وہ اپنے اس جرم سے خالص توبہ کر کے اسلامی نظام حکومت کے مطابق فیصلے صادر کرنے کا وعدہ نہ کرے۔

رواں عنوان کے تحت ایک اہم جزوی سوال ہے کہ کیاوہ حاکم، قاضی، جج، مجسٹریٹ جو اپنے سب فیصلے غیر اسلامی نہیں کرتا بلکہ بعض فیصلے غیر شرعی دیتاہے توکیاایساحاکم بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے کہ نہیں؟

چند علماء اسلام کے نزدیک بعض فیصلے غیر اسلامی صادر کرنے والا حاکم، جج، مجسٹریٹ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن قرآنی آیات کے تناظر میں ایساحاکم بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کے عنوان سے سورہ بقرہ آیت نمبر85 میں فرمایا ہے کہ اے ایمان کے دعویدارو! کیاتم اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے کچھ احکام پر یقین کرتے ہو اور کچھ احکام سے انکار کرتے ہو؟اس سلوک کا صلہ ہمارے ہاں ماسوائے دنیامیں تمہیں رسوا کرنے کے کچھ نہیں ہے اور سن لو کہ قیامت کے روز اے لوگوں کو سنگین عذابوں سے دوچار کیاجائیگااور اللہ تمہارے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔

اس طرح سورۂ نساء آیت 150 / 151 میں اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان نہیں رکھتے انکے عزائم یہ ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں میں تفریق ڈالیں انکا کہنا ہے کہ کیا فرق پڑتا ہے اگر ہم کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں یہ لوگ اپنی مرضی سے ایمان کا درمیانی راستہ ڈھونڈنا چاہتے ہیں لوگو سنو اسطرح کرنے والے لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیاہوا ہے۔

مذکورہ آیات قرآنی کے حوالے سے صاف صاف پتہ چلتاہے کہ احکام الٰہی میں سے بعض کا انکار بھی صریح کفر ہے لہٰذا یہ کوئی یقینی شرط نہیں ہے کہ کوئی حاکم یا مجسٹریٹ تمام احکام کا منکر یا تمام احکام میں غلط فیصلے صادر کرنے والا ہی ہو تو وہ کافر جانا جائے ورنہ نہیں بلکہ صرف ایک ہی حکم میں ردّ و بدل، تحرف و تبدیل کرنا ہی کافر ہونے کی نشانی ہے کیونکہ اللہ کی شریعت میں انسانوں کو دخل دینے کا ادنی اختیار بھی نہیں ہے۔

انہی حقائق کے تناظر میں حافظ ابن کثیر اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ نے چنگیز خان کے دستور اسلام کو کافرانہ قرار دیا ہے اور اسکو لوگوں کیساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ صادر کیا ہے کیونکہ چنگیز خان کے دستورِ حکومت میں یہودیت نصرانیت اور اسلام کے مخلوط نظریات تھے جو کہ خالص اسلام نہ تھا اسکے باوجود انہوں نے اس دستور کو لوگوں پر ایک اسلامی نظام کے طور پر واجب الاطاعت بنا کر مسلط کر رکھا تھا۔

کسی بھی معاشرے میں جب حکمران طبقہ یا منکرین اسلام کی روشن تعلیمات اور اسلام کے احکام و اوامر سے ٹکرانے والے قوانین اور افکار تشکیل دین اور حکومتی یا نجی سطح پر اسے لوگوں اور عوام پر مسلط کر دیں تو یہ اس معاشرے کے لوگوں پر ایک بہت بڑی آزمائش ہے چنانچہ لوگ انکے ان افکار کو یکسر ٹھکرادیں گے اور ٹھکرانے پر انکے مظالم کا نشانہ بنیں گے یا اگر انکا بس چلے تو ان حکمرانوں کو انکے غلط نظریات کی نشاندہی کریں انکو اصل دین کی دعوت دیں اور اس کام میں تن من دھن کی قربانی پیش کریں تو ایسے لوگ بڑے ہی خوش نصیب لوگ ہیں جو اس عظیم آزمائش اور فتنے سے بچ گئے ہیں۔

انکے مقابلے میں جو لوگ ان حکمرانوں کے غلط نظریات و افکار کی مکمل پیروی کریں اور انکے غیر اسلامی قوانین و حدود اور نظاموں کو تسلیم کریں اور انکی حمایت کو اپنا فریضہ جان لیں اور انکی ہر آواز پر لبیک کہیں تو یہ لوگ انتہائی بدنصیب لوگ ہیں جو آزمائش میں ناکام ہوگئے ہیں کیونکہ انہوں نے اصل اسلام کی تابعداری کو چھوڑ کر خود ساختہ انسانی نظاموں کو فرمانروامان لیا ہے اور اصل شریعت خداداد کو ماننے کے بجائے من گھڑت باتوں اور افکار کو مان بیٹھے ہیں یہ لوگ مشرک ہیں کیونکہ انہوں نے اسلامی افکار کے مقابلے میں غیر اسلامی افکار کو مان لیا ہے ان لوگوں کا نمازیں پڑھنا روزے رکھنا اور اسلام کے دیگر احکام کی بجا آوری کرنا بے فائدہ ہے قیامت میں انکو کچھ بھی صلہ نہیں دیا جائیگا کیونکہ ان کی بنیاد توحید اور اطاعت کے بجائے شرک اور معصیت پر قائم ہے۔

اللہ تعالی سورۂ انعام آیت 121 میں فرماتے ہیں کہ شیطان طبع رکھنے والے اپنے انسانی ساتھیوں کے دل و دماغ میں غیر اسلامی تصورات و افکار پیدا کرتے ہیں تا کہ اے مسلمانو! وہ تمہارے ساتھ بیجا

تکرار کریں یاد رکھو اگر تم نے انکے غیر اسلامی تصورات کو مانا تو تم ان کی طرح مشرک بن جاؤ گے آج دنیا میں اسلامی اقدار کو مٹانے کے لئے بہت سی طاغوتی اور شیطانی طاقتیں بر سر پیکار ہیں جو طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر کے اسلام کے نور کو بجھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں مثال کے طور پر جو لوگ مردار کو کھانے کے قائل ہیں وہ مسلمانوں کو الزام دیتے ہیں کہ تم لوگ بڑے عجیب ہو کہ اپنے گناہگار ہاتھوں سے ذبح ہونے والے جانوروں کے گوشت کو بڑے شوق سے کھاتے ہو لیکن اللہ کے مارے ہوئے کو تم ناپاک اور حرام کہتے ہو۔

بظاہر انکی بات ایک حقیقت ہے لیکن چونکہ اللہ ہی نے جو شریعت قائم کی ہے اسکے تحت منع ہے کیونکہ مسلمانوں کو اللہ کی شریعت پر چلنا لازم ہے اسکی شریعت میں خود مرا ہوا یا اللہ کا مارا ہوا حرام اور ناپاک ہے اور جسے مسلمان اپنے ہاتھ سے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے وہ حلال اور پاک ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی شرعی حکم کو اس کی حقیقت سے پھیرنا اسکے شرعی مفہوم سے ہٹانا اور مراد الٰہی میں ردّ و بدل کرنا ہی بہت بڑا جرم اور بہت بڑا شرک ہے کیونکہ یہ حق صرف اللہ ہی کو حاصل ہے کہ وہ جس حکم کو قائم رکھے یا جس کو بدل دے کسی انسان یا مخلوق کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ آیت {اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَ رُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَاباً مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ} کا اصل مفہوم بھی یہی ہے کہ علماء یہود اللہ کی شریعت میں اپنی دخل اندازی کر کے اپنی مرضی کے فیصلے کیا کرتے تھے اور لوگوں پر اسے مسلط کرتے تھے اور لوگ چپکے سے اسے قبول کرتے تھے انکے اسی عمل کو ہی مخلوق کو رب بنانا یعنی اللہ کے شریک ٹھہرانا قرار دیا گیا ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اس عنوان کا تذکرہ موجود ہے کہ اہل کتاب کے عوام اپنے مذہبی پیشواؤں کے غیر شرعی فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کرتے تھے اسی عمل کو اللہ نے ان لوگوں کی اپنی پیشواؤں کی عبادت کرنا قرار دیا ہے کیونکہ عبادت اصل میں اطاعت کو ہی کہتے ہیں

چونکہ یہ لوگ اللہ کے بجائے ان پیشواؤں کی اطاعت کرتے تھے خواہ یہ حلال کام کا حکم کریں یا حرام کام کا حکم کریں۔(تفسیر ابن کثیر 2/171)

شیخ محمد الامین الشنقیطی کا فرمان بھی ہے کہ مختلف آیات قرآنی کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جو لوگ خود ساختہ نظاموں اور غیر اسلامی طرز حکومتوں کو اپنائیں ایسے لوگوں کے کافر اور مشرک ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اللہ نے انکی بصیرت اور حق شناسی کی اہلیت کو ہی چھین لیا ہے۔ (رسالہ الحاکمیۃ)

دارالافتاء ریاض سعودیہ کی زیر نگرانی علماء نے اپنے فتاوی میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ شرک اکبر اور شرک اصغر میں کھلا فرق کیا ہے؟

دراصل اس سوال کو اٹھانے کی مرکزی اور بنیادی وجہ یہی ہے کہ جب ہم شرک کی جملہ اقسام اور انکے ماتحت احکام و مسائل اور اوامر و نواہی کو گہرائی میں جا کر سمجھیں گے تو اسلام کی اصل روح کھل کر سامنے آتی ہے کیونکہ شرک کی نفی شرک سے انکار شرک سے بچاؤ شرک سے پرہیز شرک سے دوری ہی کو دین اسلام اور عقیدہ توحید کہتے ہیں۔

آج دنیا میں جتنی بے راہ روی، گمراہی، معاصی، فسق و فجور، فحاشی غیر اسلامی نظاموں کی تشکیل اور تابعداری اور جمہوری طرز حکومت کی حمایت اسی لئے عمل میں آرہی ہے کہ دنیا کے تمام مسلم معاشروں سے عقیدہ توحید کا فقدان ہو گیا ہے۔

شرک اکبر کے کئی پہلو ہیں ایک پہلو یہ ہے کہ انسان کسی مخلوق کو اللہ کے برابر سمجھ لے اللہ کے حیرت کن کمالات کو کسی مخلوق میں ہونا مان لے اس سے اپنی حاجتیں پوری ہونے کا نظریہ رکھنا اسکو مصیبت، تکلیف، تنگی، فقر و فاقہ، مجبوری بے روزگاری میں مدد کیلئے پکارنا اسکو غوث، دستگیر، مولا، کارساز مشکل کشا ماننا یہ سب شرک اکبر کا ایک خطرناک پہلو ہیں۔

شرک اکبر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کوئی انسان اللہ کو سب کچھ مانتے ہوئے اسکی خالص عبادت کرتے ہوئے غیر اسلامی نظاموں اور غیر اسلامی طرز حکومت کی حمایت کرے اور اسکے مطابق اپنے فیصلے یا فتوے صادر کرے اوامر و نواہی میں انکی رہنمائی کو قبول کرے زندگی کے مختلف شعبوں میں شریعت خداداد سے ہٹ کر غیر اسلامی افکار کی بالادستی کو تسلیم کرے اس پر اسکا ضمیر ملامت تک نہ کرے تو ایسا شخص خواہ وہ عام انسان ہو یا صاحب اقتدار ہو حاکم ہو یا محکوم ہو قاضی ہو یا ملزم ہو جج ہو یا مجسٹریٹ ہو مسلم یا غیر مسلم اپنے اس برے کردار کی وجہ سے اسلام سے مرتد ہونے والا بدنصیب مشرک ہے۔(حوالہ فتاوی لجنۃ دائمۃ۔1/516)

غیر اسلامی طرز پر حکومت کرنے کے لئے حکمرانوں کو مواقع کس طرح فراہم ہوئے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت میں تحریف اور تبدیلی کرکے غیر اسلامی طرز حکومت کے ثبوت کی تلاش کرنے والوں کیلئے بہت سے راہیں کھلی ہیں اور ہر دور میں نت نئے وسائل اور دلائل سننے میں اور دیکھنے میں آتے رہے ہیں ہوس پرستوں نے دین و شریعت کی دھجیاں اڑانے میں کیا نہیں کیا جنہوں نے اپنے سرکاری مولویوں سے اپنے اباطیل کی تائید میں کیا کچھ نہیں کہلوائے(کچھ دور نہیں خود پاکستان کے اندر سرکاری مفتی مولانا کوثر نیازی نے بھٹو خاندان کی خوشنودی کیلئے نصرت بھٹو اور بینظیر کی حکمرانی کو اسلامی ثابت کرنیکے دلائل پیش کئے تھے حقیقت تو یہ ہے کہ عورت کی حکمرانی کبھی بھی وہ اسلامی ثابت نہیں کرسکے)لیکن انہوں نے حق شناسی سے منہ موڑ کر اپنا باطل پرست ہوس کا پجاری ہونا ثابت کردیا رہتی دنیا تک اہل حق ان پر ریت کے ذروں کے برابر لعنتیں برساتے رہیں گے۔ہوس پرست حکمرانوں نے غیر اسلامی طرز حکومت کے ثبوت میں جو وسائل اختیار کئے ہیں انکی تفصیل اور حقیقت ہم قارئین کے گوش گزار کررہے ہیں۔

1۔ ان حکمرانوں نے سب سے بڑا حربہ ایسے اہل علم کو بنایا ہے جو شریعت کے جاننے والے ہیں جنکو درہم و دینار کے چھمے دیکر انکے ضمیر کو خرید کر آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنی گرفت میں لیکر من پسند فتوے اور فیصلے اگلوائے ہیں ان سرکاری مولویوں کے فیصلوں اور فتووں کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ مفادات کی خاطر دن کو رات اور رات کو دن بھی کہہ سکتے ہیں۔

2۔ کتاب و سنت سے ثابت شدہ امور سے رجوع کرنا چھوڑ کر مسترد شدہ اقوال من گھڑت اور خود ساختہ نظریات و افکار میں دلچسپی لینے کیوجہ سے یہ خرابیاں ظہور میں آئی ہیں۔

3۔ دیندار، خداترس، جذبہ دین سے سرشار، نیک سیرت، علم و دوست، اسلام پسند لوگوں نے جب خلافت و امارت کا زمام چھوڑ دیا اور بدکردار لوگوں کو زمام حکومت سنبھالنے کا موقع فراہم کیا تو اسلامی حکومت کی ساخت تبدیل ہوگئی کتاب و سنت کی تعلیمات کے بجائے خرافات، بدعات، ضلالت، بے رہروی بدکرداری، ناانصافی وغیرہ کی لعنتوں نے جنم لیا۔

4۔ مسلم حکومتوں پر جمہوریت نواز، قومیت پرست یا کمیونزم، سوشلزم امریکن اور برٹش طرز حکومت کے حمایت کاروں کے تسلط اور ہوس پرستوں کی یلغار نے اسلامی نظام کے تقدس کو پامال کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام دوست حکمرانوں کے بجائے اسلام دشمنوں، مغرب نواز، نام نہاد مسلمانوں نے اقتدار سنبھالا جو علم دین اور کتاب و سنت کی روشنی سے عاری تھے اپنی مرضی سے حکومتیں کرنے لگے اور جو بھی انکے خلاف آواز حق بلند کرتا تو ظلم کی اندھیری کوٹھری میں غیر معینہ مدت کے لئے قید کر دیا جاتا۔ ان صعوبتوں کو دیکھ کر اہل علم، اہل حق اور اسلام پسند طبقہ نے اپنے دل و دماغ سے اقتدار کا رخ ہی موڑ دیا۔

5۔ صاحب فہم، معاملہ شناس، حکومت کے اہل اسلام پسند اور عدل و انصاف کے پیکر لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنے عوام کی بہبود اور خدمت خلق کی خاطر اور قیام امن کے جذبے سے اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرکے اپنے فرائض منصبی کو نبھانے کے بجائے حکومتوں اور ارباب حکومت اور ہر

دور کے والیوں، خلیفوں، گورنروں، قاضیوں اور حکومت کے نمائندوں اور اہل کاروں کی خامیوں کو نشانہ بناتے رہے تاریخ اسلام کے ہزاروں صفحات گواہ ہیں کہ ہر دور میں ممتاز اور نامور محدثین مفسرین مجتہدین اور فقہاء اور دین دار لوگوں نے اس میدان میں آنے کو قہر الٰہی کو دعوت دینا قرار دے کر خود کو دور رکھا بالآخر وہی ہوا جو ہم آج دیکھ رہے ہیں آج علماء اسلام شور کرتے ہیں کہ وقت کے حکمرانوں نے دین کو سیاست سے مذہب کو حکومت سے الگ کر دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ غلطی ان حکمرانوں کی نہیں خود علماء اسلام کی غلطی ہے جنہوں نے ہر دور میں حکومت سے دوری کا راستہ اپنایا اور غیر اسلامی لوگوں کو میدان خالی کر دیا لہٰذا آج ہمارا رونا اور افسوس کرنا بے سود ہے۔

کائنات کے چپے چپے میں نفاذ اسلام اور شریعت الٰہی کی بالادستی کے قیام کے لئے ہماری ذمّہ داریاں

درج ذیل نکات کی روشنی میں مسلم قومیں میدان عمل میں کود جائیں تو انشاء اللہ کھوئی ہوئی عزت، شان و شوکت اور غلبہ و نصرت پھر سے ہاتھ آسکتی ہے۔

نمبر 1۔ سب سے اولین ذمّہ داری یہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں دین اسلام کو متعارف کرانے کے لئے دینی اور اسلامی تعلیم کو عام کیا جائے گلی گلی میں علمی مجلسیں اجتماعات دعوت و تبلیغ کے پروگرامات اسلامی تعلیم و تربیت کے مراکز اور سیمینار قائم کئے جائیں اور لوگوں میں اسلامی بیداری پیدا کرنے کی انتھک کوشش کیجائے۔

اس مقصد کیلئے حالات شناس صاحب بصیرت غیر متعصب اہل علم کا انتخاب کیا جائے جو علم و عمل دونوں میں بہترین نمونہ ہوں اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور تمام سرکاری و پرائیویٹ اداروں میں کتاب و سنت کی آواز کو پہنچانے کیلئے وسیع منظم اور بے لوث خدمات انجام دیجائیں اور اسمیں کامیابی کو حاصل کرنے کیلئے مالی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

نمبر2۔ ملک کے تمام اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی دعوت کو فروغ دینے کی خاطر مفت تعلیم دینے کی خدمت پیش کریں اور اس کام کی تکمیل کیلئے وافر تربیت یافتہ اسٹاف کا بندوبست کریں صرف مساجد اور آٹھ سالہ کورس کے اسلامی مدارس میں مخصوص لوگوں کو تعلیم دینا کافی نہیں ہے بلکہ اسلام کی تعلیم وتربیت کا دائرہ وسیع کیا جانا چاہیئے تا کہ اسلام کی دعوت گھر گھر پہنچے اور ہر مسلم فرد مستفید ہو سکے۔

نمبر3۔ مسلم معاشروں کے افراد کے علاوہ غیر مسلم معاشروں میں بھی اسلامی تعلیم کے ذریعے اسلام کے اخلاقیات اور اسلامی تہذیب وتمدن کے نقوش کو پھیلایا جائے اس طریقے سے اسلام دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو کر اعتدالی اور امن پسند فضا سازگار ہو سکتی ہے۔

نمبر4۔ رنگ ونسل، قومیت، تعصب، فرقہ واریت کی لعنتوں سے آزاد اور پاک معاشرے کے قیام کیلئے اسلامی دعوت فکر کا خوب پرچار کیا جائے اور اسکے بہتر نتائج سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔

نمبر5۔ لوگوں کے دل ودماغ میں اسلامی امارت وخلافت کی خوبیوں کو جاگزیں کرنے کی جدوجہد کرنے اور غیر اسلامی نظاموں کے نفاذ سے پیش آمدہ خطرات اور نقصانات کو خوب اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

مزید براں لوگوں پر واضح کر دیا جائے کہ خلافت وامارت کیلئے دیانتدار، عادل، خدا ترس، مذہب شناس، طبقے کا چناؤ کرنے میں ہی امت کی بہتری ہے

نمبر6۔ دنیائے کفر کو عالم اسلام میں تبدیل کرنے کیلئے ہمہ اقسام جہاد کو بروئے کار لا کر اعلائے کلمۃ اللہ کا حق ادا کیا جائے اسلامی جہاد کا آغاز دعوت، تعلیم وتربیت، اخلاق محبت، رواداری، عدل و

انصاف، کمزوروں کی مدد، معذوروں کی حمایت سے ہوتا ہے اور جہاد کا اختتام ظالموں، انسانیت کے دشمنوں، رہزنوں، دہشت گردوں اور امن عامہ کو تار تار کرنیوالوں کی بیخ کنی سے ہوتا ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور ہمیں اپنے نیک بندوں کی فہرست میں لکھ دے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مزید اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی توفیق دے ۔آمین یارب العالمین ۔ و صلی اللہ علی محمد و آلہ وسلم۔ واللہ الی التوفیق وھو المعین ۔

مصنف: محمد شاکر الشریف

مترجم: شیخ مہدی زمان بلتستانی شگری

3/8/2001

یوم الجمعۃ



انٹرنیٹ ایڈیشن:
مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
http://www.muwahideen.co.nr
http://www.tawhed.co.nr